حصّہ دوم

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پر

غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جوابات

الہامات پر اعتراضات

۱۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ۔

●

جواب: ا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اِس کو "استعارہ" قرار دیا ہے (حقیقۃ الوحی ص۷۶ حاشیہ) "تَفْسِیْرُ الْقَوْلِ بِمَالَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ" درست نہیں ہوتی۔

ب۔ عربی زبان میں یہ محاورہ اتحاد و محبت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے۔ مَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ (البقرۃ: ۲۵۰) یعنی جو اس نہر میں سے پانی پئے گا وہ مجھ سے نہیں اور فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ (ابراھیم: ۳۷) یعنی جو میری پیروی کریگا وہ مجھ سے ہوگا۔

ج۔ حدیث شریف میں بھی ہے۔ (۱) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ (مشکوٰۃ باب المناقب ص۵۶۳ و بخاری جلد ۲ کتاب الصلح باب کَیْفَ یُکْتَبُ ھٰذَا)۔

(۲) اشعری قبیلہ کو فرمایا۔ "ھُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ" (بخاری جلد ۳ ص۳ باب قدوم الاشعرین قصہ عمان والبحرین۔ و ترمذی جلد ۲ ص۲۳۳ مجتبائی و بخاری جلد ۲ ص۳ کتاب المظالم باب شرکت فی الطعام) یعنی وہ مجھ سے ہیں اور مَیں اُن سے۔

(۳) حدیث میں ہے:۔ اَنَا مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ فَمَنْ اٰذٰی مُؤْمِنًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ (فردوس الاخبار دیلمی ص۱۱ باب الالف راوی حضرت عبداللہ بن جرادؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدائے عزّوجلّ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔ پس جو شخص کسی مومن کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے اور جو مجھ کو ایذا دیتا ہے اُس نے گویا خدا کو ایذا پہنچائی۔

(۴) مندرجہ ذیل حدیث اِس سے بھی واضح ہے۔ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَلسَّخِیُّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ (فردوس الاخبار دیلمی ص۲۹۱ سطر ۳ باب الیا۔ راوی انسؓ بن مالک) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سخی مجھ سے ہے اور مَیں سخی سے ہوں۔" اس حوالہ میں اللہ تعالیٰ "مِنْ" کا محاورہ انسانوں کے متعلق استعمال فرمایا ہے۔

(۵) ایک اور حدیث میں ہے۔ "اَلْعَبْدُ مِنَ اللّٰہِ وَھُوَ مِنْہُ" (بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطیؒ باب العین جلد ۲ صفحہ ۶۰ مصری) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام یا بندہ خدا میں سے ہے۔ اور خدا بندے سے ہے۔

(۶) ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَبُوْ بَکْرٍ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ" (فردوس الاخبار دیلمی بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطیؒ باب الالف جلد ۱ صفحہ ۔)۔

(۷) ایک اور حدیث ہے۔ "اِنَّ الْعَبَّاسَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ" (مسند امام احمد بن حنبلؒ بحوالہ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق مصنفہ امام عبدالروف المناوی باب الالف برحاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۶۵ مصری)۔

(۸) ایک حدیث میں ہے:۔ "بَنُوْ نَاجِیَۃَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ" (کنوز الحقائق باب الباء برحاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۹۹)

د ۔ دیگر حوالے :۔

(۱) تفسیر بیضاوی میں آیت مَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ (البقرۃ، ۲۵۰) کی شرح میں لکھا ہے:۔ "اَلَیْسَ بِمُتَّحِدٍ بِیْ" (بیضاوی زیر آیت بالا مطبوعہ مطبع احمدی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) یعنی جو پانی پیے گا اُسکا مجھ سے اتحاد نہ ہوگا۔

(۲) تفسیر ابی السعود میں آیت بالا کے ماتحت لکھا ہے:۔

"لَیْسَ بِمُتَّصِلٍ بِیْ وَ مُتَّحِدٍ مَعِیْ مِنْ قَوْلِھِمْ فَلَانٌ مِنِّیْ کَاَنَّہٗ بَعْضُہٗ لِکَمَالِ اُخْتِلَاطِھِمَا" (برحاشیہ تفسیر کبیر امام رازی جلد ۲ صفحہ ۴۴۷)

(۳) حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔ "قَوْلُہٗ ھُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ ۔ یُرَادُ بِہِ الْاِتِّصَالُ اَیْ ھُمْ مُتَّصِلُوْنَ بِیْ" (حاشیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۹ مطبع ہاشمی میرٹھ) کہ اس سے مراد اتصال ہے یعنی وہ میرے قریب ہیں۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حسن خلق اور پرہیزگاری کے متعلق فرمایا:۔ "ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ تَکُنْ فِیْہِ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَا مِنَ اللّٰہِ" (معجم صغیر طبرانی صفحہ ۱۴۶)

(۵) وفیات الاعیان لابن خلکان میں ہے:۔ "بَلْ ھٰذَا کَمَا یُقَالُ مَا اَنَا مِنْ فَلَانٍ وَلَا فَلَانٌ مِنِّیْ یُرِیْدُوْنَ بِہِ الْبُعْدَ مِنْہُ وَ النُّفْرَۃَ وَ مِنْ ھٰذَا قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَدُ الزِّنَا لَیْسَ مِنَّا وَ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ" (وفیات الاعیان جلد ۱ ذکر ابو تمام الطائی) کہ ابو تمام کا قول کُنْتُ مِنْ سُعُوْدٍ اسی طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں فلاں آدمی سے نہیں ہوں۔ اور نہ وہ مجھ سے ہے۔ اہل زبان کی مراد اس سے اُس شخص سے بُعد اور نفرت کا اظہار ہوتا ہے اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ولد الزنا ہم میں سے نہیں اور یہ کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔

(۶) عرب شاعر عمرو بن شاش اپنی بیوی سے کہتا ہے۔ ع

فَاِنْ کُنْتِ مِنِّیْ اَوْ تُرِیْدِیْنَ صُحْبَتِیْ ۔ (حماسہ مجتبائی صفحہ ۔)

کہ اگر تو مجھ سے ہے اور میری مصاحبت چاہتی ہے۔

پس اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ کا مطلب یہ ہے کہ تجھے مجھ سے محبت ہے اور مجھے تجھ سے تیرا وہی مقصد ہے جو میرا ہے۔

(۷) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری آیت مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّیْ (البقرۃ: ۲۵۰) کا ترجمہ اپنی تفسیر ثنائی میں یوں کرتے ہیں :۔ "جو شخص اِس نہر سے پانی پیئے گا وہ میری جماعت سے نہ ہوگا۔ اور جو نہ پیئے گا تو وہ میرا ہمراہی ہوگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

۲۔ ۱۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ

ب۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ

جواب:۱۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں۔ یا خدا کا بیٹا ہوں، لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیلِ مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے اور فرمایا یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ۱۱) ایسا ہی بجائے قُلْ يٰعِبَادِ اللّٰهِ (یعنی کہہ دے اے اللہ کے بندو! خادم) کے قُلْ يٰعِبَادِیْ (الزمر: ۵۴) (یعنی اے نبی! ان سے کہہ۔ اے میرے بندو!) اور یہ بھی فرمایا۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (البقرۃ: ۲۰۱) پس اِس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ۔ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذِ ولد سے پاک ہے اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ (اربعین ۳ صفحہ ۲۳ بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۱/۲-۲) (یعنی کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں جس پر وحی ہوتی ہے۔ بیشک تمہارا ایک ہی خدا ہے اور سب خیر و خوبی قرآن میں ہے۔)۔ (دافع البلاء۔ حاشیہ صفحہ ۶ تذکرہ صفحہ ۴۹۶)

۲۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ کہ خدا کو اِس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ گویا خدا ہمارا باپ نہیں ہے مگر بمنزلہ باپ ہے۔ جس طرح ایک بیٹا اپنا ایک ہی باپ مانتا ہے اور اس رنگ میں اُس کی توحید کا قائل ہوتا۔ اسی طرح خدا بھی چاہتا ہے کہ اس کو "وحدہٗ لاشریک" یقین کیا جائے اور جو اس رنگ میں خدا تعالیٰ کی توحید کا قائل اور اُس کے لئے غیرت رکھنے والا ہو۔ وہ خدا تعالےٰ کو بمنزلہ اولاد ہوگا۔

۳۔ الہام میں اَنْتَ وَلَدِیْ نہیں بلکہ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ ہے۔ جو صریح طور پر خدا کے بیٹے کی نفی کرتا ہے۔

۴۔ حدیث میں ہے اِنَّ الْخَلْقَ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ مطبع نظامی صفحہ ۳۶۳ و مطبع مجتبائی صفحہ ۴۲۵) کہ تمام لوگ اللہ کا کنبہ ہیں۔ پس بہترین انسان وہ ہے جو خدا کے کنبہ کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔

(ب) "اِنَّ الْفُقَرَآءَ عَیَالُ اللّٰہِ" (تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۴ صفحہ ۶۴۳ مطبوعہ مصر) کہ غرباء خدا کے بال بچے یا کنبہ ہیں۔ (نیز دیکھو جامع الصغیر امام سیوطیؒ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴)

۵۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لفظ "ابن اللہ" کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "اگر لفظ ابنائے بجائے محبوبان ذکر شدہ باشد چہ عجب" (الفوز الکبیر۔ نیز دیکھو الحجۃ البالغۃ باب ۳۶ جلد ا اردو ترجمہ موسومہ بہ شموس اللہ البازغہ مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور جلد ا صفحہ ۱۰۹ فرماتے ہیں:۔ "تَخَلَّفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ لَمْ یَفْطِنُوا الْوَجْہَ التَّسْمِیَۃِ وَکَادُوْا یَجْعَلُوْنَ الْبُنُوَّۃَ حَقِیْقَۃً" یعنی ابتدائی نصاریٰ کے بعد اُن کے ناخلف پیدا ہوئے۔ جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی وجہ تسمیہ کو نہ سمجھا۔ اور وہ بیٹے کے لفظ سے حقیقی معنوں میں بیٹا سمجھے۔"

۶۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اپنی کتاب "ازالۃ الاوہام" میں فرماتے ہیں:۔

"فرزند عبارت از عیسٰی علیہ السلام است کہ نصاریٰ آنجناب را حقیقۃً ابن اللہ میدانند و اہلِ اسلام ہمہ آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز و برگزیدہ خدامی شمارند۔" (ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۲۰)

کہ فرزند سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ جن کو عیسائی خدا کا حقیقی بیٹا سمجھتے ہیں۔ مگر تمام اہلِ اسلام حضرت عیسٰی علیہ السلام کو "ابن اللہ" بمعنی خدا کا پیارا و برگزیدہ مانتے ہیں۔ گویا "ابن اللہ" کے معنے خدا کا پیارا اور برگزیدہ ہوئے۔ اور ان معنوں میں مسلمان بھی مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں۔

۷۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ

جواب (۱) "توحید" اور "تفرید" مصدر ہیں۔ جن کا ترجمہ ہوگا۔ "واحد جاننا" اور "یکتا جاننا"۔ پس الہام کا مطلب یہ ہے کہ تو خدا کو واحد اور یکتا جاننے کے مقام پر ہے۔ یعنی اپنے زمانہ میں سب سے بڑا موحد ہے۔ فلا اعتراض؟

(۲) حضرت مرزا صاحبؑ نے اس کے معنے یہ بیان کئے ہیں:۔

"تو مجھ سے ایسا ہی قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

(۳) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے :۔

"تاجِ کرامت میرے سر پر رکھکر توحید کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ جب مجھ کو میری صفات کے اُس کی صفات میں مل جانے کی اطلاع ہوئی تو اپنی خودی سے مشرف فرماکر اپنی بارگاہ سے میرا نام رکھا۔ دُوئی اُٹھ گئی اور یکتائی ظاہر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ جو تیری رضا وہی میری رضا ہے ..... حالت یہاں تک پہنچی کہ ظاہر و باطن سراتے بشریت کو خالی پایا۔ سینۂ ظلمانی میں ایک سوراخ کھول دیا۔ مجھ کو تجرید اور توحید کی زبان دی۔ تو اب ضرور میری زبان لطفِ صمدی سے اور میرا دل نورِ ربانی سے

اور آنکھ صنعت یزدانی سے ہے۔ اُسی کی مدد سے کہتا ہوں اور اُسی کی قوت سے پھرتا ہوں۔ جب اُس کے ساتھ زندہ ہوں تو ہرگز نہ مرونگا۔ جب اِس مقام پر پہنچ گیا۔ تو میرا اشارہ ازلی ہے اور عبادت ابدی میری زبان، زبانِ توحید ہے اور رُوح، رُوحِ تجرید۔ اپنے آپ سے نہیں کہتا کہ بات کرنے والا ہوں اور نہ آپ کہتا ہوں کہ ذکر کرنے والا ہوں۔ زبان کو وہ حرکت دیتا ہے۔ مَیں درمیان میں ترجمان ہوں حقیقت میں وہ ہے نہ مَیں۔"

{ ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء۔ چودھواں باب۔ ذکر معراج شیخ بایزید بسطامی مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور بارسوم صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷۔ و تذکرۃ الاولیاء۔ اردو شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبوعہ مطبع علمی لاہور صفحہ ۱۳۰ }

نوٹ ۱۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے متعلق نوٹ دوسری جگہ زیرِ عنوان "حجرِ اسود منم" صفحہ ۶۶۲ و ۶۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ اَنْتَ مِنْ مَّآءِ نَا وَھُمْ مِّنْ فَشَلٍ

جواب ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا یہ مفہوم بتایا ہے:۔

"اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی۔ استقامت کا پانی۔ تقویٰ کا پانی۔ وفا کا پانی۔ صدق کا پانی حُبُّ اللہ کا پانی جو خدا سے ملتا ہے۔ اور فَشَل بُزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے۔"
(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۵۶)

۲۔ قرآن مجید میں ہے:۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء: ۳۸) اس کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّہٗ لِکَثْرَۃِ عَجَلِہٖ فِیْ اَحْوَالِہٖ کَاَنَّہٗ خُلِقَ مِنْہُ۔ (جلالین مجتبائی صفحہ ۲۷۵)

کہ انسان اپنی مختلف حالتوں میں بڑی جلد بازی سے کام لیتا ہے۔ گویا کہ اسی سے پیدا ہوا۔ یہ نہیں کہ انسان جلدی کا بیٹا ہے۔

۳۔ خدا کا پانی الہام الٰہی اور محبت الٰہی کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نے فرمایا ہے ؎

ایک عالَم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولیٰ اِس طرف دریا کی دھار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۹)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

فَاِنْ شِئْتَ مَآءَ اللّٰہِ فَاقْصُدْ مَنَاھِلِیْ
فَیُعْطِیْکَ مِنْ عَیْنٍ وَّ عَیْنٌ تَنَوَّرُ

(کرامات الصادقین صفحہ ۳۹)

اگر تُو خدا کا پانی چاہتا ہے تو میرے چشمے کی طرف آ۔ پس تجھ کو چشمہ دیا جائیگا۔ نیز وہ آنکھ بھی بخشی جو نورانی ہوگی۔ (نیز دیکھو درِ ثمین عربی ص۳۳) اس جگہ بھی "خدا کے پانی" سے مراد رضائے الٰہی ہے۔ پس الہام مندرجہ عنوان میں بھی یہی مُراد ہے۔

۵۔ رَبُّنَا عَاجٌّ

جواب:۔ یہ لفظ "عاج" (ہاتھی دانت) نہیں بلکہ "عَاجٌّ" بہ تشدید ج ہے جس کا ترجمہ پکارنے والا۔ آواز دینے والا ہے۔ یہ لفظ عج سے مشتق ہے۔ دیکھئے لُغت میں "عَجَّ۔ عجًّا وَعَجِیْجًا آواز کرو۔ بانگ کرو۔ وَمِنْهُ الْحَدِیْثُ اَفْضَلُ الْحَجِّ اَلْعَجُّ وَ الثَّجُّ۔ یعنی برواشتن آواز بہ تلبیہ وقربان کردن ہدیہ را (منتہی العرب والفرائد الدریہ) کہ عَجَّ عَجًّا وَعَجِیْجًا کے معنے آواز دینے اور پکارنے کے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حج میں افضل ترین آواز دینا (تلبیہ اور لبیک کہنا) اور قربانی دینا ہے۔ الہام کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خدا دنیا کو اپنی طرف بلاتا ہے۔

۶۔ اِسْمَعْ وَلَدِیْ

اے میرے بیٹے سن! (البشریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۹)

جواب۔ ا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا کوئی الہام اِسْمَعْ وَلَدِیْ ہے حضرت کی کسی کتاب سے دکھاؤ اور انعام لو۔

ب۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا الہام تو اَسْمَعُ وَ اَرٰی ہے کہ میں اللہ سُنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں (مکتوبات احمدیہ جلد ۱ ص۲۳۔ نیز انجام آتھم ص۵۵) (اَسْمَعُ وَاَرٰی قرآن مجید کی آیت ہے طٰہٰ ۴۷)

ج۔ معترض نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ حضرت اقدس علیہ السلام کی تالیف یا تصنیف نہیں بلکہ بابو منظور الٰہی کی مرتبہ ہے۔ اس میں انہوں نے جلد ۱ ص۴۹ پر حوالہ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے مکتوبات جلد ۱ ص۲۳ سے یہ الہام نقل کیا گیا ہے مگر اصل کتاب مکتوبات میں "اِسْمَعْ وَلَدِیْ" نہیں بلکہ "اَسْمَعُ وَ اَرٰی" ہے۔ بابو منظور الٰہی صاحب کی مرتبہ کتاب البشریٰ میں کاتب کی غلطی سے وَ اَرٰی کی بجائے وَلَدِیْ بن گیا۔ حضرت اقدسؑ کی کسی کتاب میں "وَلَدِیْ" نہیں ہے۔ بابو منظور الٰہی صاحب نے "الفضل" جلد ۹ ص۹۶ میں اس غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ کہ البشریٰ جلد ۱ ص۴۹ سطر ۱۰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام غلطی سے "اَسْمَعُ وَ اَرٰی" کی بجائے اِسْمَعْ وَلَدِیْ چھپا ہے اور ترجمہ بھی غلط کیا گیا ہے۔

۷۔ اَنْتَ اِسْمِیَ الْاَعْلٰی

یعنی تو میرا سب سے بڑا نام یعنی خدا ہے

جواب ا۔ ترجمہ غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ "تُو میرے

اسم اعلیٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھکو غلبہ رہیگا۔"

(تریاق القلوب ۱۹ تقطیع کلاں ص۱۹۲ مطبوعہ ۱۹۲۲ء و ص۱۹۲ شائع کردہ بکڈپو)

۲۔ گویا اس الہام میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔

۳۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مندرجہ ذیل الہام الٰہی ہوا:۔

"فَجَآءَ الْخِطَابُ مِنَ الرَّبِّ الْقَدِیْرِ اُطْلُبْ مَا تَطْلُبُ فَقَدْ اَعْطَیْنٰکَ عِوَضًا عَنْ اِنْکِسَارِ قَلْبِکَ۔۔۔۔ فَجَآءَہُ الْخِطَابُ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْقَدِیْرِ جَعَلْتُ اَسْمَآءَ لَکَ مِثْلَ اَسْمَآئِیْ فِی الثَّوَابِ وَالتَّاثِیْرِ وَمَنْ قَرَأَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَآئِکَ فَھُوَ کَمَنْ قَرَأَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَآئِیْ۔" (رسالہ حقیقۃ الحقائق بحوالہ کتاب مناقب تاج الاولیاء و برہان الاصفیاء القطب الربانی والغوث الصمدانی السید عبدالقادر الکیلانی مصنفہ علامہ عبدالقادر بن محی الدین الاربلی مطبوعہ مطبع عیسیٰ البابی الحلبی مصر ص۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "تیرے دل کے انکسار کے باعث میں تجھے یہ کہتا ہوں کہ جو تو چاہتا ہے مانگ وہ میں تجھے دونگا۔۔ ۔۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ (اے عبدالقادر!) میں نے ثواب اور تاثیر میں تیرے ناموں کو اپنے ناموں کی طرح بنا دیا ہے پس جو شخص تیرے ناموں میں سے کوئی نام لیگا۔ گویا اس نے میرا نام لیا۔

۴۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ اپنی کتاب "فصوص الحکم" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت امیرالمومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔۔۔ خطبہ لوگوں کو سنا رہے تھے کہ میں ہی اسم اللہ سے لفظ دیا گیا ہوں اور میں ہی اس اللہ کا پہلو ہوں جس میں تم نے افراط و تفریط کی ہے اور میں ہی قلم ہوں اور میں ہی لوح محفوظ ہوں۔ اور میں ہی عرش ہوں۔ اور میں ہی کرسی ہوں اور میں ہی ساتوں آسمان ہوں اور میں ہی ساتوں زمین ہوں۔" (فصوص الحکم مترجم اردو شائع کردہ شیخ جلال الدین سراج دین تاجران کتب لاہور ۱۳۲۱ھ مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۶۰ و ص۶۱ مقدمہ فصل ششم "عالم انسانی کی حقیقت")

۵۔ "اسم" کے معنے اس الہام میں "صفت" کے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں "اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً۔۔۔ ۔۔۔۔ اَنَا الْمَاحِیُ" کہ میرے کئی نام ہیں۔۔۔۔ میں ماحی ہوں جس سے کفر کو مٹایا جائیگا۔ یہ آنحضرت صلعم کی صفت ہے۔ پس اس الہام میں اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو "اعلیٰ" یعنی سب پر غالب آنے والی ہے۔ چونکہ ہر نبی خدا کی اس صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس صفت کا مظہر قرار دیا ہے۔

۸۔ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ لَعَلَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ

اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (بخاری کتاب المغازی باب فضل مَنْ شَهِدَ بَدْرًا جلد ۳ صـ۵ مطبع الٰہیہ مصر۔ ومسلم باب فضائل اہل بدر جلد ۲ صـ۳۵۹ ومشکوٰۃ مجتبائی صـ۵۷۵) کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر پر واقف ہوا۔ اور کہا کہ جو چاہو کرو۔ اب تم پر جنت واجب ہوگئی یا یہ فرمایا کہ مَیں نے تم کو بخشدیا۔

ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے مقبولوں پر ایک وہ حالت آتی ہے جب بدی اور گناہ سے اُن کو انتہائی بُعد ہوجاتا ہے۔ اور اس پر انتہائی کراہت اُنکی فطرت میں داخل کردی جاتی ہے۔ فلا اعتراض۔

۲۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تفسیر فرمادی ہے۔" اس فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ نہیاتِ شرعیہ تجھے حلال ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تیری نظر میں نہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمالِ صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندے کی مرضی بنائی گئی ہے۔ اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (المائدۃ: ۵۵)

(براہین احمدیہ جلد ۴ صـ۵۶۲ حاشیہ در حاشیہ ۳ نیز تقریر حضرت اقدس الحکم جلد ۶ ۲۱ صـ۷)

۹۔ كُنْ فَيَكُوْنُ

جواب ۱۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام تو ہے مگر اس کے پہلے "قُلْ" محذوف ہے جس طرح سورۃ الفاتحہ کے پہلے "قُلْ" محذوف ہے یعنی یہ خدا تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے۔ یہ اعتراض تو ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی آریہ یا عیسائی کہدے کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا بھی میری عبادت کرتا ہے۔ کیونکہ خدا اسکو کہتا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ خُدا کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔ میری طرف سے نہیں ہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۰۲)

۲۔ اگر مندرجہ بالا جواب تسلیم نہ کرو۔ تو حضرت "پیرانِ پیر" جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد پڑھ لو:۔

ا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ اَطِعْنِيْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِيْرٍ مِّنْ اَنْبِيَآئِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ۔

(فتوح الغیب مقالہ ۱۶ و برحاشیہ قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر مطبوعہ مصر صـ۳۱)

ب۔ ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيْكَ التَّكْوِيْنَ فَتُكَوِّنُ بِالْاِذْنِ الصَّرِيْحِ الَّذِيْ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ۔

(ایضاً)

ہر دو عربی عبارتوں کا ترجمہ : ندائے غیب ترجمہ اُردو فتوح الغیب مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲۴ پر یہ درج ہے :۔

"اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے بنی آدم مَیں اللہ ہوں اور نہیں میرے سوا کوئی دوسرا معبود۔ مَیں جس چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری فرمانبرداری کر مجھے بھی ایسا ہی کر دُونگا کہ جس چیز کو تُو کہے گا ہو جا۔ وہ ہو جائیگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے کئی نبیوں اور ولیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔

غرضیکہ اس کے بعد تجھ کو درجہ تکوین (یعنی کُن فیکون کرنے کا۔خادم) عطا ہوگا۔ اور تُو اپنے ہی حکم اور اذنِ صریح سے پیدا کر سکے گا۔" (ندائے غیب صفحہ ۲۴)

۳۔ جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال بالِ جبریل میں فرماتے ہیں :۔

خودی کو کر بلند اِتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

۱۰۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

جواب :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الہام کی تشریح فرماتے ہیں :۔

۱۔" ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔ یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ پس یہ اِسی کی طرف اشارہ ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۹)

۲۔ حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ اور واصل باللہ لوگوں کی تعریف میں فرماتے ہیں جو فتوح الغیب میں درج ہے۔ "بِهِمْ ثَبَاتُ الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ وَ قَرَارُ الْمَوْتٰى وَ الْاَحْيَاءِ اِذْ جَعَلَهُمْ مَلِيْكُهُمْ اَوْتَادًا لِلْاَرْضِ الَّتِىْ سَجٰى فَكُلٌّ كَالْجَبَلِ الَّذِىْ رَسَا۔" (مقالہ ۱۴ آخری سطور نیز قلائد الجواہر حاشیہ صفحہ ۲۸)

ترجمہ :۔ انہیں ہی کی وجہ سے زمین و آسمان اور زندوں اور مردوں کا قیام ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو گستردہ زمین کے لیے بطور میخ کے بنایا ہے اور اُن میں سے ہر ایک کوہ وقار ہے۔ (ندائے غیب ترجمہ از اُردو فتوح الغیب صفحہ ۲۲)

۳۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

"بِهِمْ تَمْطُرُ السَّمَاءُ وَ تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ هُمْ شِحْنُ الْبِلَادِ وَ الْعِبَادِ۔ بِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنِ الْخَلْقِ (رسالہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی کلام الشیخ عبد القادر جیلانی مطبوعہ میمنیہ مصر جلد ۱۲، ۱۴) یعنی انہی اولیاء اللہ ہی کی وجہ سے آسمان بارش برساتا اور زمین نباتات اُگاتی ہے اور وہ ملکوں اور انسانوں کے محافظ ہیں اور انہی کی وجہ سے مخلوقات پر سے بلا ٹلتی ہے۔

۴۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔
" ایشاں امانِ اہلِ ارض اند و غنیمتِ روزگار اند۔ بِہِمْ یُمْطَرُوْنَ وَبِہِمْ یُرْزَقُوْنَ درشانِ شاں است " (مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۹۲)

۵۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال فرماتے ہیں :۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو "صاحبِ لولاک" نہیں ہے

(بالِ جبریل ص۵۳ سطر ۵)

پھر فرماتے ہیں ؎

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
مرے کلام پہ حجّت ہے نکتۂ لولاک

(بالِ جبریل ص۹۶ آخری سطر)

۱۱۔ رَأَیْتُنِیْ فِی الْمَنَامِ عَیْنَ اللّٰہِ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۴)

"مَیں نے کشف میں دیکھا کہ مَیں خُدا ہوں " (کتاب البریّہ ص۸۹)

جواب ۱۔ یہ خواب ہے اور خواب کو ظاہر پر محمول کرنا ظلم ہے۔ (حضرت یوسفؑ کا خواب) اگر کہو کہ خواب میں بھی ایسا کام نبی نہیں کر سکتا جو بیداری میں ناجائز ہو تو اس کے لئے مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث پڑھو۔
أ۔ " رَأَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ "۔ (مسلم کتاب الرؤیا جلد ۲ ص۲۷۸)
ب۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ "۔ (بخاری کتاب الرؤیا باب النفخ فی المنام جلد ۴ ص۱۳۲ مطبع الٰہیہ مصر و جلد ۳ ص۴۹) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ بیداری میں سونا مرد کے لئے پہننا ناجائز ہے۔
ج ۔ حضرت امام اعظم یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔
(۱) "ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ (امام ابو حنیفہؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استخوان مبارک (یعنی ہڈیاں، خادم) لحد میں سے جمع کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو پسند کرتے تھے اور بعض کو ناپسند۔ چنانچہ خواب کی ہیبت سے آپ بیدار ہوتے اور ابن سیرینؒ کے ایک رفیق سے خواب کو بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ خواب نہایت مبارک ہے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور حفظِ سنت میں اس حد تک پہنچ جاؤ گے کہ صحیح کو غیر صحیح سے علیحدہ کر دو گے "۔ (تذکرۃ الاولیاء اٹھارواں باب ص۱۳۵ و ص۱۳۶ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز مطبوعہ علمی پریس لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء ص۱۸۲ شائع کردہ

حاجی چراغدین سراجدین مطبوعہ جلال پرنٹنگ پریس لاہور)۔

(۲) اسی سلسلہ میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"پھر ایک رات انہوں (حضرت امام اعظمؒ) نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں مبارک آپ کی لحد سے جمع کرتے تھے اور اُن میں سے بعض کو اختیار کرتے تھے۔ ہیبت کے سبب خواب سے بیدار ہوتے۔ ایک اصحاب محمد ابن سیرین نام کے سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور جنابؐ کی سنت کی حفاظت میں تو بہت بڑے درجے تک پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اس میں تیرا تصرف ہوجائے گا کہ صحیح اور غلط میں فرق کرے گا"۔

(کشف المحجوب مترجم اردو شائع کردہ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سنہ ۱۳۲۲ صفحہ ۱۰۶)

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس کے آگے ہی تعبیر بھی لکھی ہے اُس کو کیوں حذف کرتے ہو۔
"وَلَا نَعْنِیْ بِهٰذِهِ الْوَاقِعَةِ كَمَا يُعْنٰى فِیْ كُتُبِ اَصْحَابِ وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ۔ وَمَا نَعْنِیْ بِذٰلِكَ مَا هُوَ مَذْهَبُ الْحُلُوْلِيِّيْنَ بَلْ هٰذِهِ الْوَاقِعَةُ تُوَافِقُ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْنِیْ بِذٰلِكَ حَدِيْثَ الْبُخَارِيِّ فِیْ بَيَانِ مَرْتَبَةِ قُرْبِ النَّوَافِلِ لِعِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ"۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۶) نیز دیکھو تذکرہ صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۶) کہ میں اس خواب سے وحدت الوجودیوں کی طرح یہ معنے نہیں لیتا کہ گویا مَیں خود خدا ہوں۔ اور نہ حلولیوں کی طرح یہ کہتا ہوں کہ خُدا مجھ میں حلول کر آیا۔ بلکہ میرے خواب کا وہی مطلب ہے جو بخاری کی قرب نوافل والی حدیث کا مطلب ہے کہ جب میرا بندہ نوافل میں میرے آگے گرتا ہے تو مَیں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے اور اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے"۔

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع جلد ۴ صفحہ ۸۶ مطبع البہیہ مصر)

۳۔ نیز تعطیر الانام فی تعبیر المنام مؤلفہ علامہ سید عبد الغنی النابلسی مطبوعہ مصر میں جو تعبیر خواب کی بہترین کتاب ہے۔ لکھا ہے:۔

مَنْ رَأٰى فِی الْمَنَامِ كَاَنَّهٗ صَارَ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى اِهْتَدٰى اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ صفحہ ۹۔ کہ جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ خدا بن گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب خدا تعالیٰ اُس کو ہدایت کی منزل مقصود تک پہنچائے گا۔

(یہ حوالہ تعطیر الانام کے نسخہ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ کے صفحہ ۹ پر ہے)

۱۲۔ زمین اور آسمان کو بنایا

جواب ۱:۔ یہ بھی مندرجہ بالا کشف ہی کا حصہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسی خواب کے ضمن میں لکھا ہے کہ مَیں نے خواب ہی میں زمین و آسمان بنایا اور اس کی تعبیر بھی حضورؑ نے اپنی کتاب

آئینہ کمالاتِ اسلام کے صفحہ ۵۶۶ پر اس خواب کو نقل فرما کر یہ تحریر کی ہے۔
"اِنَّ ھٰذَا الْخَلْقَ الَّذِیْ رَأَیْتُہٗ اِشَارَۃٌ اِلٰی تَائِیْدَاتٍ سَمَاوِیَّۃٍ وَاَرْضِیَّۃٍ" کہ یہ زمین و آسمان جو مَیں نے خواب میں دیکھے ہیں۔ یہ تو اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے ساتھ ہونگی۔

۲ : پھر آپ اپنی کتاب چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۵ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں :۔
"ایک دفعہ کشفی رنگ میں مَیں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر مَیں نے کہا کہ آؤ۔ اب انسان پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا۔ کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس کشف کا مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔"

۳ : پھر فرمایا :۔ "خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان ؟ اور کیا ہے نئی زمین ؟ نئی زمین سے وہ پاک دل مراد ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اِذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔" (کشتی نوح صفحہ ۰)

"ہر ایک رُوحانی مصلح کے وقت میں رُوحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵)

۴ : انہی معنوں میں یہ محاورہ کتبِ سابقہ انجیل میں بھی مستعمل ہوا ہے۔
"اس وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بستی رہے گی۔"
(۲۔ پطرس $\frac{۳}{۱۳}$)

جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر   خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نَو کی تصویر
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اُسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دُنیا تعمیر
(ضربِ کلیم نظم بہ عنوان "عالمِ نَو")

۱۲۔ ابنِ مریم بننے کی حقیقت

حیض۔ حمل اور دردِ زِہ کی تشریح

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے :۔
"مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّہٗ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ اِیَّاہُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَھَا" (بخاری کتاب التفسیر سورۃ آل عمران جلد ۳ صفحہ ۹۱ و جلد ۲ کتاب

بدأ الخلق باب قول اللہ تعالیٰ و اذکر فی الکتاب مریم مطبع الہیہ مصر) کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو بوقتِ ولادت شیطان مس کرتا ہے۔ اور بچہ جب اُسے مسِ شیطان ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے، چلاتا ہے۔ مگر مریم اور ابن مریم کو مسِ شیطان نہیں ہوتا۔

اِس پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف "مریم" اور "ابن مریم" ہی مسِ شیطان سے پاک ہیں تو پھر کیا باقی انبیاء کو عموماً اور آنحضرت صلعم کو خصوصاً مسِ شیطان ہوا تھا؟ اِس کا جواب علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں یہ دیا ہے:۔ "مَعْنَاہُ اَنَّ کُلَّ مَوْلُوْدٍ یَطْمَعُ الشَّیْطَانُ فِیْ اِغْوَائِہٖ اِلَّا مَرْیَمَ وَ ابْنَہَا فَاِنَّہُمَا کَانَا مَعْصُوْمَیْنِ وَکَذٰلِکَ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ صِفَتِہِمَا۔" (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۰۲) کہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ شیطان ہر بچہ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے بسوائے مریم اور ابن مریم کے۔ کیونکہ وہ دونوں پاک تھے اور اسی طرح ہر وہ بچہ (بھی اس میں شامل ہے) جو مریم اور ابن مریم کی صفت پر ہے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مریم اور ابن مریم سے صرف دو انسان ہی مراد نہیں۔ بلکہ دو قسم کے انسان مراد ہیں۔ گویا جو مریمی صفت میں اور ابن مریمی صفت میں مومن اور انبیاء ہوں وہ سب "مریم" اور "ابن مریم" کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یاد کئے گئے ہیں۔ ان صفات کی مزید تشریح قرآن مجید میں ہے:۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَہَا فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَکُتُبِہٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (التحریم ۱۲،۱۳)

کہ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کی مثال فرعون کی بیوی (آسیہ) کے ساتھ دی ہے۔ جبکہ اُس نے دُعا کی۔ کہ اے میرے رب! میرے لیے جنت میں گھر بنا اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور ان ظالموں کی قوم سے مجھ کو رہائی بخش۔ نیز (خدا نے مثال دی ہے مومن مردوں کی) مریم بنت عمران کے ساتھ جس نے اپنی شرمگاہ کی پوری حفاظت کی۔ پس ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونکی اور وہ خدا کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہوئی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

اِن آیات سے ماقبل کی ملحقہ آیات میں کافر مردوں کو دو عورتوں نوحؑ اور لوط علیہما السلام کی بیویوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ اُن کے خاوند مومن تھے۔ مگر وہ دونوں کافرہ تھیں۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) آسیہ (زوجہ فرعون) صفت (۲) مریمی صفت۔ پہلے وہ مومن جو کفر کے غلبہ کے نیچے دب چکے ہوں۔ اور وہ اس سے نجات پانے کے لیے دست بدُعا ہوں۔ اور دوسرے وہ مومن جن پر روزِ ازل سے ہی بدی غلبہ نہ پا سکی۔ اَلَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَہَا (الانبیاء: ۹۲) یہ دوسری قسم کا مومن قرآنی اصطلاح میں "مریم" کہلاتا ہے۔ پھر وہ مریمی حالت سے ترقی کرکے (فَنَفَخْنَا فِیْہِ

مِنْ رُّوْحِنَا۔ الانبیاء ۹۲) کے مطابق "ابنِ مریم" کی حالت میں چلا جاتا ہے۔ کیونکہ مقام مریمی صدیقیت ہے اور مقام ابنِ مریم مقام نبوت۔ گویا ہر نبی پر دو زمانے آتے ہیں۔ پہلے وہ مقامِ مریمی میں ہوتا ہے اور اسی حالت کے متعلق قرآن مجید نے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (یونس : ۱۷) میں اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد اس مریمی حالت سے ترقی کرکے نبوت کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں وہ مسِ شیطان سے پاک ہوتا ہے۔ یہی معنی ہیں بخاری کی مندرجہ عنوان حدیث کے۔

سورۃ تحریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت مریم صدیقہ اپنی پاکیزگی کے انتہائی مقام پر پہنچکر حاملہ ہوئیں اور اس حمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو خدا کے نبی تھے پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک مومن مرد بھی پہلے مریمی حالت میں ہوتا ہے اور پھر ایک رُوحانی اور مجازی حمل سے گذرتا ہوا مجازی "ابن مریم" کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ مومن مرد مجاز اور استعارہ کے رنگ میں "مریم" ہوتا ہے اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں حمل سے گذرتا ہے اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں "ابن مریم" کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام کافروں اور مومنوں کو چار عورتوں ہی سے تشبیہ دی ہے۔ مرد عورتیں تو نہیں ہاں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں اُن کو عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباسیہ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"قیامت کے دن جب آواز آئیگی کہ اے مردو! تو مردوں کی صف میں سے سب سے پہلے حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا قدم پڑیگا۔"

{ تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر حضرت رابعہ بصریؒ نواں باب ص۵۹ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور و ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء ص۵۵ }

اسی نکتۂ معرفت کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ فرمایا ہے ؎

مُدّتے بودم برنگِ مریمی دست نا دادہ بہ پیرانِ زمی
بعد ازاں آں قادرورب مجید رُوحِ عیسےٰ اندراں مریم دمید
پس بہ نفخش رنگِ دیگر شد عیاں زاد زاں مریم مسیح ایں زماں

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۹)

پھر فرمایا:۔ "یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہوجائیگا۔"

(کشتی نوح صفحہ ۴۵)

اس موقعہ پر "کشتی نوح" کی اصل عبارت سیاق وسباق کے ساتھ پڑھنی چاہیئے۔

۱۴۔ رُوحانی حمل

روحانی حمل اور معنوی حمل کے لئے مندرجہ ذیل حوالے یاد رکھنے چاہئیں :۔

۱۔ "اَلْخَوْفُ ذَكَرٌ وَالرَّجَاءُ اُنْثٰى مِنْهُمَا يَتَوَلَّدُ حَقَائِقُ الْاِيْمَانِ" (دیکھو شرح التعرف صـــ)
مشہور صوفی حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف مذکر اور اُمید مونث ہے اور ان دونوں کے ملنے سے حقائق ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح سے امام الطائفہ الشیخ سہروردی فرماتے ہیں:۔
"يَصِيْرُ الْمُرِيْدُ جُزْءَ الشَّيْخِ كَمَا اَنَّ الْوَلَدَ جُزْءُ الْوَالِدِ فِي الْوِلَادَةِ الطَّبْعِيَّةِ وَتَصِيْرُ هٰذِهِ الْوِلَادَةُ اِنِفًا وِلَادَةً مَعْنَوِيَّةً" (عوارف المعارف جلد ۱ صـــ۴۵)

۳۔ قرآن مجید میں "حمل" کا لفظ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی ہے۔ فرمایا۔ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (مریم: ۵۹) پھر مومنوں کے متعلق بھی آیا ہے۔ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (البقرۃ: ۲۸۷) یہاں "حمل" اُٹھانے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ پس محض لفظ "حمل" پر مذاق اُڑانا جائز نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھدیا ہے:۔
"استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔" (کشتی نوح صـــ۴۷)
اور "حمل" کے لفظ سے حقیقی اور عام معنے مراد نہیں لئے گئے۔ بلکہ "حامل صفتِ عیسوی" مُراد لیا ہے۔ فرمایا:۔
"مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہونا۔" (کشتی نوح صـــ۴۵)
تو پھر اس پر بے وجہ مذاق اُڑانا شرافت سے بعید ہے۔

۱۵۔ حیض

مندرجہ ذیل حوالے پڑھو:۔
۱۔ "كَمَا اَنَّ لِلنِّسَاءِ مَحِيْضًا فِي الظَّاهِرِ وَهُوَ مُوْجِبُ نُقْصَانِ اِيْمَانِهِنَّ لِمَنْعِهِنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ فَكَذٰلِكَ لِلرِّجَالِ مَحِيْضٌ فِي الْبَاطِنِ وَهُوَ مُوْجِبُ نُقْصَانِ اِيْمَانِهِمْ لِمَنْعِهِمْ عَنْ حَقِيْقَةِ الصَّلٰوةِ" (روح البیان جلد ۱ صـــ۲۳۶) کہ جس طرح عورتوں کو ظاہر میں حیض آتا ہے جو اُن کے ایمان میں نقص کا موجب ہوتا ہے انکو نماز اور روزہ سے روک کر اسی طرح مَردوں کو بھی باطن میں حیض آتا ہے اور وہ اُن کے ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے۔ ان کو نماز کی حقیقت سے ناواقف کرنے کے سبب۔ گویا وہ شخص جو حقیقتِ نماز سے بے بہرہ ہو۔ صوفیاء کی اصطلاح میں کہیں گے کہ اُسے حیض ہے۔

۲۔ "جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے ایسا ہی ارادت کے رستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے اور مریدوں کے رستہ میں جو حیض آتا ہے تو وہ گفتار کے رستہ سے آتا ہے اور کوئی مرید ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس حیض میں ٹھہرا رہتا ہے اور کبھی اس سے پاک نہیں ہوتا۔"
(انوار الاذکیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فریدالدین عطارؒ مطبع مجیدی کانپور صـــ۴۵ در ذکر ابوبکر واسطی)

نوٹ :۔ غیر احمدیوں نے اب جو نیا ترجمہ تذکرۃ الاولیاء کا شائع کیا ہے اُس میں سے یہ عبارت نکال دی ہے۔ مگر ۱۹۲۸ء سے پہلے چھپے ہوئے ترجموں میں یہ عبارت موجود ہے۔ گویا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کی مماثلت کو پورا کیا ہے۔ خادم

۳۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ آپ (حضرت بایزید بسطامیؒ) مسجد کے دروازہ پر پہنچکر کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں اپنے آپ کو حیض والی عورت کی مانند پاتا ہوں جو مسجد میں جانے سے بوجہ اپنی ناپاکی کے ڈرتی ہے۔" (تذکرۃ الاولیاء۔ چودھواں باب ذکر خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز ص۱۰۸ و ظہیر الاصفیاء۔ ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین ص۱۰۸)

حضرت بایزید بسطامیؒ کی عظیم شخصیت

یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ وہ عظیم الشان انسان ہیں کہ جن کی نسبت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"معرفت کا آسمان اور محبت کی کشتی ابو یزید طیفور بن علی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوا ہے اور اس کا حال سب سے بڑا اس کی شان بہت بڑی ہے۔ اِس حد تک کہ جنیدؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرِیْلَ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یعنی ابو یزید ہمارے درمیان ایسا ہے جیسا کہ جبریل فرشتوں میں ۔۔۔۔ اس کی روایتیں بہت بلند ہیں جن میں احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور تصوف کے دس اماموں سے ایک یہ ہوتے ہیں۔ اور اس سے پہلے علمِ تصوف کی حقیقتوں میں کسی کو اِس قدر علم نہ تھا جیسا کہ اِس کو تھا۔ اور ہر حال میں علم کا محب اور شریعت کا تعظیم کنندہ ہوا ہے۔"

(کشف المحجوب باب "ذکر اُن تابعین کا جو مشائخ طریقت کے امام ہوتے ہیں" ترجمہ اُردو مطبوعہ ۱۳۲۲ھ ص۱۲۲)

۴۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ کیا کسی نبی نے بھی حیض کا لفظ مردوں کی طرف منسوب کیا ہے؟ تو اِس کے جواب میں مندرجہ ذیل حدیث یاد رکھنی چاہیئے۔ حدیث میں ہے۔ اَلْکَذِبُ حَیْضُ الرَّجُلِ وَالْاِسْتِغْفَارُ طَھَارَتُہٗ (فردوس الاخبار دیلمی ص۱۶۱ سطر ۱۷، راوی سلمانؓ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ مرد کا حیض اور استغفار اس کی طہارت ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کا مطلب صرف یہ ہے کہ دشمن تجھ کو جھوٹ یا کسی اور بدی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن خدا کے فضل سے تجھ میں کوئی بدی اور گندگی نہیں۔

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں نہیں لکھا کہ مجھے "حیض" آیا۔ بلکہ آپ نے تو اس کی نفی کی ہے۔

۶۔ حضور علیہ السلام نے لفظ "حیض" کی نفی کرتے ہوئے ساتھ ہی اُس کا مفہوم بھی بیان کیا ہے :۔

"یہ لوگ خونِ حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی ناپاکی ۔ پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں۔"
(اربعین ۴ صفحہ ۱۹)

گویا یہاں عورتوں والا حیض مراد نہیں بلکہ "مردوں والا حیض" مراد ہے جیسا کہ حوالہ ۱ و ۲ و ۳ وغیرہ میں صوفیاء کرام کی تحریرات اور حدیث شریف سے دکھایا جا چکا ہے ۔

۱۶- دردِ زِہ

اسی طرح دردِ زہ کا محاورہ ہے جو "تکلیف" اور "مصیبت" کے معنوں میں ہزارہا سال سے مَردوں کے متعلق بھی بولا جاتا رہا ہے۔

۱- خود حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کی تشریح فرمائی ہے: "مخاض" دردِ زہ سے مراد اس جگہ وہ امور ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔ "درد انگیز دعوت جس کا نتیجہ قوم کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۳ حاشیہ نیز دیکھو کشتی نوح حاشیہ ص۴۷ -)

۲- انجیل میں ہے :- کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مل کر اب تک کراہتی اور دردِ زہ میں پڑی تڑپتی ہے۔" (رومیوں ۸/۲۲)

۳- تورات میں ہے - خدا کہتا ہے :- "مَیں بہت مدت سے چپ رہا - مَیں خاموش ہو رہا اور اپنے کو روکتا رہا - مگر اب میں اس عورت کی طرح جس کو دردِ زہ ہو چلاؤں گا اور ہانپوں گا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لونگا۔" (یسعیاہ ۴۲/۱۴)

تفصیل دیکھو صداقت مسیح موعودؑ پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب ص۹۲)

موجودہ انجیل و تورات خدا کا کلام ہوں یا نہ ہوں مگر محاورہ تو ماننا پڑیگا ۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ایجاد نہیں کیا بلکہ پہلی کتابوں میں پہلے سے ہی موجود ہے ۔ پھر اس پر اعتراض کیا ہے خصوصاً جبکہ حضرت اقدسؑ نے خود ہی تشریح فرمادی ہے ۔

۱۷- کشف سُرخی کے چھینٹے

جواب ۱: خواب میں خدا تعالیٰ کو انسانی صورت میں دیکھنا جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَةِ شَابٍ اَمْرَدَ قِطَطٍ لَهٗ وَفْرَةٌ مِنْ شَعْرٍ وَفِیْ رِجْلَیْهِ نَعْلَانِ مِنْ ذَهَبٍ" (الیواقیت والجواہر جلد ۱ ص۱۱۵ طبرانی وموضوعات کبیر ص۳۶) کہ مَیں نے اپنے ربّ کو ایک نوجوان بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا ۔ اُس کے لمبے لمبے گھنے بال ہیں ۔ اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں ۔

یہ حدیث صحیح ہے ۔ ملا علی قاریؒ جیسے جلیل القدر محدّث نے اسے درج کرکے اِس کی تائید میں یہ قول نقل کیا ہے : "حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا یُنْکِرُهٗ اِلَّا الْمُعْتَزِلِیُّ" (موضوعات کبیر ص۳۶) کہ یہ

حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور اس سے سوائے معتزلی کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔
اس حدیث کے معنی ملا علی قاریؒ نے کئے ہیں۔ اِنْ حُمِلَ عَلَى الْمَنَامِ فَلَا اِشْكَالَ فِي الْمَقَامِ۔
(موضوعات کبیر صفحہ ۳۶)

(نوٹ:۔ موضوعات کے بعض ایڈیشنوں میں یہ حدیث اور اس کے متعلقہ حوالجات صفحہ ۳۹ پر ملتے ہیں) یعنی اگر اس واقعہ کو خواب پر محمول کیا جائے تو پھر کوئی مشکل نہیں رہتی۔ بات صاف ہو جاتی ہے)

۲۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
"رَاَيْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ فِي الْمَنَامِ عَلٰى صُوْرَةِ اُمِّيْ"۔ (بحر المعانی صفحہ ۶۴)
یعنی مَیں نے خدا کو اپنی والدہ کی صورت میں دیکھا۔

۳۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحبؒ (نانوتوی بانی دیوبند) نے ایامِ طفلی میں یہ خواب دیکھا کہ گویا مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اُن کے دادا نے یہ تعبیر فرمائی۔ کہ تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائیگا اور بہت بڑے عالم ہوگے اور نہایت شہرت حاصل ہوگی۔
(سوانح عمری مولوی محمد قاسم صاحبؒ مؤلفہ مولوی محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۳۰)

۴۔ پھر لکھا ہے:۔ "اِنَّكَ تَرٰى فِي الْمَنَامِ وَاجِبَ الْوُجُوْدِ الَّذِيْ لَا يَقْبَلُ الصُّوَرَ فِيْ صُوْرَةٍ يَقُوْلُ لَكَ مُعَبِّرُ الْمَنَامِ صَحِيْحٌ مَا رَاَيْتَ وَلٰكِنْ تَاوِيْلُهٗ كَذَا وَكَذَا" (الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۱۵) تم (اگر) خدا تعالیٰ کو جو کسی صورت میں متقید نہیں ہوتا خواب میں دیکھو۔ تو تعبیر بتانے والا تم سے کہیگا۔ کہ جو کچھ تم نے دیکھا صحیح ہے، لیکن اس کی تعبیر یہ یہ ہے۔

۵۔ خواب میں واقعہ متمثّل کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے دیکھو مندرجہ ذیل عبارات:۔
تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۲ پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک واقعہ درج ہے کہ "آپ کا ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا۔ حضرت حسنؒ نے سُنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب المرگ ہے آپ نے اُسے تبلیغ کی۔ اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؒ اُسے جنت کا پروانہ لکھ دیں اس پر اپنے اور اپنے بزرگانِ بصرہ کے دستخط ثبت کر کے شمعون کی قبر میں (جب وہ مرجاتے تو) اس کے ہاتھ میں دیدیں۔ تاکہ اگلے جہان میں گواہ رہے چنانچہ حسنؒ نے ایسا ہی کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ مَیں نے یہ کیا کیا؟ اُس کو جنت کا پروانہ کیونکر لکھدیا۔ لکھا ہے کہ:۔ اِسی خیال میں سو گئے۔ شمعون کو دیکھا کہ شمع کی طرح تاج سر پر اور مکلّف لباس بدن میں پہنے ہوتے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے ..... اُس نے حضرت حسنؒ سے کہا۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے محل میں اُتارا ہے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا ..... اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں رہا۔ اور آپ سبکدوش ہو گئے۔ لیجیئے یہ اپنا اقرار نامہ۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ جب حضرت حسنؒ خواب سے بیدار ہوتے تو خط آپ کے ہاتھ میں تھا۔"
(انوار الاذکیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیا صفحہ ۴۲ ذکر الحسن بصریؒ)

۶۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الْجَلَاءِ دَخَلْتُ مَدِیْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبِیْ فَاقَۃٌ فَتَقَدَّمْتُ اِلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ وَعَلٰی صَاحِبَیْہِ ثُمَّ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِیْ فَاقَۃٌ وَ اَنَا ضَیْفُکَ ثُمَّ تَنَحَّیْتُ وَنِمْتُ دُوْنَ الْقَبْرِ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلَیَّ فَقُمْتُ فَدَفَعَ اِلَیَّ رَغِیْفًا۔ فَاَکَلْتُ بَعْضَہٗ وَانْتَبَھْتُ وَفِیْ یَدِیْ بَعْضُ الرَّغِیْفِ۔"

(منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام مؤلفہ ابن سیرین وقشیریہ مصری ص۱۰۰)

اس عبارت کا ترجمہ شیخ فریدالدین عطارؒ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"حضرت عبداللہ بن جلاء فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ مدینۃ النبی صلعم میں گیا۔ اور مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مَیں گیا۔ اور حضورؐ اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کو السلام علیکم کہا اور عرض کیا۔ کہ حضرت میں بھوکا ہوں۔ اور آپ ہی کا مہمان ہوں یہ کہہ کر مَیں قبر سے پرے ہٹ کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف تشریف لاتے۔ مَیں (الغرض تعظیم کھڑا ہو گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک نان دیا۔ مَیں نے اُس میں سے آدھا کھا لیا جب بیدار ہوا تو نان کا باقی حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔"

(تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر عبداللہ بن جلاء۔ ص۲۹۸ مصنفہ شیخ فریدالدین عطارؒ)

۷۔ حضرت سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمنام دیدند و آنجناب سہ خرما بدستِ مبارک خود ایشاں را خورانیدند۔ و در نفسِ خود ذائقہ ازاں رؤیائے حقہ ظاہر و باہر یافتند۔" (صراط مستقیم مجتبائی ص۱۴۵)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ تین کھجوریں ایک ایک کر کے کھا رہے ہیں۔ ۔۔۔ جب بیدار ہوئے تو واقعی منہ میں ذائقہ موجود تھا۔

۸۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف ملاحظہ ہو:۔

"فَرَاٰی بَیْنَ النَّوْمِ وَالْیَقْظَۃِ اِنَّ الْغَوْثَ قَدْ جَآءَ وَبِیَدِہٖ تَاجٌ اَحْمَرُ وَ عَمَامَۃٌ خَضْرَاءُ فَاسْتَقْبَلَ الشَّیْخُ اَحْمَدُ حَضْرَۃَ الْغَوْثِ فَدَنَا اِلَیْہِ فَوَضَعَ التَّاجُ الْاَحْمَرَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَلَفَّ عَلَیْہِ الْعَمَامَۃَ الْخَضْرَاءَ بِیَدِہِ الْمُبَارَکَۃِ فَقَالَ یَا وَلَدِیْ اَحْمَدُ اَنْتَ مِنْ رِّجَالِ اللّٰہِ وَغَابَ عَنْ نَظَرِہٖ فَاسْتَیْقَظَ الشَّیْخُ اَحْمَدُ فَوَجَدَ التَّاجَ وَالْعَمَامَۃَ عَلٰی رَأْسِہٖ فَشَکَرَ اللّٰہَ تَعَالٰی۔"

(مناقب تاج الاولیاء۔ و برہان الاصفیاء۔ مطبوعہ مصر مصنفہ علامہ عبدالقادر الاربلی ص۲۱)

ترجمہ:۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں دیکھا کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھ میں سُرخ تاج اور سبز عمامہ پکڑے ہوئے تشریف لائے۔ پس داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کمال ادب سے حضرت غوث الاعظمؒ کے سامنے کھڑے

ہوگئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے داتا صاحبؒ کو اپنے پاس بُلایا۔ تو داتا صاحبؒ حضرت غوث الاعظمؒ کے قریب گئے۔ پس حضرت غوث الاعظمؒ نے وہ سُرخ تاج حضرت داتا گنج بخش کے سر پر رکھدیا اور اس کے اوپر سبز عمامہ اپنے دستِ مبارک سے لپیٹ دیا اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے احمد! تُو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہے۔ یہ کہہ کر حضرت غوث اعظمؒ غائب ہوگئے۔ پس داتا گنج بخش صاحب بیدار ہوگئے۔ تو تاج اور عمامہ اپنے سر پر پایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

غیر احمدی معترض جو کشف میں سُرخ چھینٹوں پر اعتراض کیا کرتا ہے کہ وہ کاغذ کس کارخانے کا بنا ہوا تھا۔ سیاہی اور قلم کہاں کے بنے ہوئے تھے؟ وہ ذرا یہ بھی بتادے کہ وہ عمامہ کس کارخانے کے بُنے ہوئے کپڑے کا تھا اور تاج کی ساخت کیسی تھی؟

۹۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اولیاء کی وحی کے طریقے مختلف ہیں۔ کبھی وہ خیال میں پاتے ہیں۔ اور کبھی وہ حس میں دیکھتے ہیں اور کبھی اپنے دل میں پاتے ہیں اور کبھی لکھی ہوئی عبارت پاتے ہیں اور یہ اکثر اولیاء کو واقع ہوتا ہے۔ اور ابوعبداللہ قضیب البان اور تقی ابن مخلد شاگرد امام احمد رضی اللہ عنہ کو کتابت ہی کے ذریعہ سے مُلک الالہام کی زبان سے وحی آتی تھی اور جب وہ خواب سے بیدار ہوتے تھے تو ایک کاغذ پر کچھ لکھا ہوا پاتے تھے ...... میں نے خود اس کتابت کو دیکھا ہے۔ وہ ایک فقیر پر مطاف میں اسی صفت پر اترا تھا۔ اُس میں دوزخ سے اُس کی نجات لکھی ہوئی تھی۔ جب عام لوگوں نے اُسے دیکھا تو سبھوں نے یقین کیا کہ وہ مخلوق کی کتابت نہیں ہے ...... یہی واقعہ ایک عورت فقیرہ پر ہوا جو میرے شاگردوں میں سے تھی۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے اُس کو ایک ورق دیا۔ جب وہ بیدار ہوئی تو اُسکا ہاتھ بند ہوگیا اور کوئی اُسے کھول نہ سکا۔ مجھے الہام ہوا کہ میں اس کو یہ کہوں کہ جب تیرا ہاتھ کھلے تو فوراً اس کو نگل جائے۔ پھر اُس نے یہ نیت کرکے ہاتھ کو منہ کے پاس لے گئی۔ پھر فوراً اُس کا ہاتھ کُھل گیا اور وہ فوراً نگل گئی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے اسے کیونکر جانا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام کیا کہ کوئی شخص اِس کو نہ پڑھے۔" (فتوحات مکیہ باب ۲۰۵ بحوالہ ترجمہ اُردو فصوص الحکم تذکرہ شیخ اکبر ابن عربی صفحہ ۲۲)

۱۰۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف سے مندرجہ ذیل باتیں مدنظر تھیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے قلم کے ساتھ زیادہ سیاہی لگا کر اس کو چھڑکا:۔

(ا) خدا نیست سے ہست کرسکتا ہے اور آریوں کا عقیدہ غلط ہے کہ خدا نیست سے ہست نہیں کرسکتا۔ بلکہ مادہ ہی سے کوئی چیز بنا سکتا ہے۔

(ب) سُرخی کے چھینٹے لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کے طور پر تھے۔

(ج) دستخط کرانے سے مراد یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے لیکھرام کے قتل کا فیصلہ صادر فرمادیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۱۔ حدیث شریف میں ہے:۔ خَلَقَ اللّٰهُ ثَلَاثَةَ اَشْيَاءَ بِيَدِهٖ خَلَقَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ وَكَتَبَ

اَلتَّوْرَاةَ بِیَدِهٖ وَغَرَسَ الْفِرْدَوْسَ بِیَدِهٖ " (فردوس الاخبار دیلمی ص۱) کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزیں خاص اپنے ہاتھ سے بنائیں۔ حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور فردوس کو اپنے ہاتھ سے بویا۔

اب تم جسقدر اعتراض سرخی کے چھینٹوں والے کشف پر کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے کاغذ پر لکھا بھی کرتا ہے؟ وہ کاغذ کس کارخانے کا بنا ہوا تھا؟ سیاہی کس کارخانے کی تھی؟ قلم کیسا تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اعتراضات کَتَبَ التَّوْرَاةَ بِیَدِهٖ پر بھی پڑ سکتے ہیں۔ مَاهُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

۲۔ حضرت عبداللہ سنوریؓ جو موقع کا گواہ تھا، نے حلفی بیان دیا کہ اُس وقت کوئی ایسی صورت نہ تھی کہ سُرخی کہیں سے آسکتی۔ بلکہ مَیں نے خود سیاہی حضرت اقدسؑ کے کُرتے پر گرتی دیکھی۔

(الفضل ۲۶ر ستمبر ۱۹۱۶ء جلد ۴ صـ۲۴)

۱۸۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔

جواب:۔ ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس سے خدا تعالیٰ کا جلال اور حق کا ظہور مراد لیا ہے، آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۵ پر ہے:۔

یَظْهَرُ بِظُهُوْرِهٖ جَلَالُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نیز حقیقۃ الوحی ص۹۵: جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے:۔ " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا " (بخاری کتاب الصلوٰة باب الدعاء والصلوٰة من آخر اللیل جلد ۱ ص۱۳۳ مطبع الہیہ مصر و مشکوٰة مجتبائی ص۱۰۹) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب ہر رات پہلے آسمان پر اُتر آتا ہے۔ کیا معنے؟ لکھا ہے:۔

(ا) " اَلنُّزُوْلُ وَالْهُبُوْطُ وَالصُّعُوْدُ وَالْحَرَكَاتُ مِنَ الصِّفَاتِ الْاَجْسَامِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی مُتَعَالٍ عَنْهُ وَالْمُرَادُ نُزُوْلُ الرَّحْمَةِ وَقُرْبُهٗ تَعَالٰی " (حاشیہ مشکوٰة مجتبائی ص۱۰۹) کہ نازل ہونا۔ اُترنا۔ چڑھنا اور حرکات یہ تو اجسام کی صفات ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے سے مراد اس کی رحمت کا نازل ہونا اور اُس کے قُرب کا حاصل ہونا ہے۔

ب۔ اِسی حدیث کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

" قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا (الحدیث) قَالُوْا هٰذَا كِنَايَةٌ عَنْ تَهَيُّؤِ النُّفُوْسِ لِاسْتِنْزَالِ رَحْمَةِ اللّٰہِ ..... وَعِنْدِیْ اِنَّهٗ مَعَ ذٰلِكَ كِنَايَةٌ عَنْ شَیْءٍ مُتَجَدِّدٍ یَسْتَحِقُّ اَنْ یُعَبَّرَ عَنْهُ بِالنُّزُوْلِ "

(الحجۃ البالغۃ جلد ۲ ص۳۴ مترجم اُردو مطبوعہ حمایت اسلام پریس باب النوافل)

ترجمہ از شموس اللہ البازغة :-

"اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی الخ یعنی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہتا ہے تو ہمارا پروردگار آسمانِ دُنیا کی طرف اُترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی ہے کہ مجھ سے کچھ طلب کرے تو میں اس کی مراد پوری کروں۔ الخ علماء نے اِس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ نفس انسانیہ اس بات کے قابل ہو جاتے کہ رحمتِ الٰہیہ کے نزول کو برداشت کر سکے اور میرے نزدیک ایک اور معنی بھی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دل کے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہو جائے جس کو نزول کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں۔" (حاشیہ ص۳۴ جلد ۲)

۳۔ مؤطا امام مالک ص۷۴ کے حاشیہ باب ما جآء فی ذکر اللہ میں لکھا ہے :-

"قَوْلُهٗ یَنْزِلُ رَبُّنَا اَیْ نُزُوْلُ رَحْمَةٍ" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانا کہ خدا نازل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

۴۔ تلخیص المفتاح کے ص۲۶ پر لکھا ہے :- "وَقَدْ یُطْلَقُ الْمَجَازُ...... بِحَذْفِ لَفْظٍ اَوْ زِیَادَةِ لَفْظٍ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی جَآءَ رَبُّكَ ...... اَیْ اَمْرُ رَبِّكَ" یعنی بعض دفعہ مجاز میں کوئی لفظ حذف کیا جاتا ہے یا زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ کا فرمانا جَآءَ رَبُّكَ کہ تیرا رب آیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم آیا۔

پس کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کا مطلب بھی صاف ہے کہ خدا کی رحمت۔ خدا کے فضل، خدا کے جلال اور اس کے حکم کا نزول ہوتا ہے۔

۱۹۔ یَتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ

تیرا نام پورا ہو جائیگا۔ مگر میرا (خدا کا) نام پورا نہ ہوگا۔

الجواب :- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اِس الہام کی تشریح فرمائی ہے :-

۱۔ براہین احمدیہ حصہ دوم ص۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ میں الہام یَا اَحْمَدُ یَتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ درج فرما کر اس کے آگے بین السطور تحریر فرماتے ہیں :- "اَیْ اَنْتَ فَانٍ یَنْقَطِعُ تَحْمِیْدُكَ وَلَا یَنْتَهِیْ مَحَامِدُ اللّٰہِ فَاِنَّهَا لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی" یعنی اِس الہام کا مطلب یہ ہے کہ اے احمد! تُو فوت ہو جائیگا اور تیرے کمالات اور محامد ختم ہو جائیں گے۔ مگر خدا کے محامد ختم نہیں ہونگے۔ کیونکہ وہ لاتعداد اور بے شمار ہیں۔

۲۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام خطبہ الہامیہ ص۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں :- "اِذَا اَنَارَ النَّاسَ بِنُوْرِ رَبِّهٖ اَوْ بَلَّغَ الْاَمْرَ بِقَدَرِ الْکِفَایَةِ فَحِیْنَئِذٍ یَتِمُّ اِسْمُهٗ وَیَدْعُوْهُ رَبُّهٗ وَیُرْفَعُ رُوْحُهٗ اِلٰی نُقْطَتِهِ النَّفْسِیَّةِ" یعنی جب انسانِ کامل لباسِ خلافت زیب تن کر لیتا ہے اور اس کے بعد یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے ارادہ میں ہے توقف کرتا ہے تاکہ مخلوق کو نورِ ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا

پس اُس وقت اُس کا نام پورا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کا رب اس کو بُلاتا ہے اور اُس کی رُوح اس کے نقطۂ نفسی کی طرف اُٹھائی جاتی ہے۔" گویا وہ فوت ہو جاتا ہے۔

پس الہام یَتِمُّ اِسْمُکَ وَلَا یَتِمُّ اِسْمِیْ کا مطلب یہ ہے کہ تُو فوت ہو جائیگا مگر میں (یعنی خدا) فوت نہیں ہونگا۔ فلا اعتراض۔

۲۰۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ

عربی غلط ہے ھُوَ کی بجائے ھُمَا چاہیئے۔ کیونکہ زمین و آسمان دو ہیں نہ کہ ایک۔

جواب:۔ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ (التوبۃ: ۶۲) کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اُن کو خوش کیا جائے۔ آپ کے قاعدہ کے مطابق یہاں بھی یُرْضُوْہُ کی بجائے یُرْضُوْھُمَا چاہیئے تھا۔

۲۱۔ "تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا"

الجواب:۱۔ اِس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اِس اُمّت ہی کے تخت مراد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس میں شامل نہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"غرض اس حصّہ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اِس اُمّت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اِس اُمّت میں سے گذرے ہیں اُن کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اِس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے مَیں ہی مخصوص کیا گیا۔"

"یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

۲۔ چنانچہ اربعین ۱ و ۲ (جو اکٹھے چھپے ہیں) اس کے صفحہ ۹ پر اور پھر اربعین ۳ (جو علیحدہ چھپا ہے) کے صفحہ ۶ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "اِنِّیْ فَضَّلْتُکَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" درج ہے۔ اس کا ترجمہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر دو ایڈیشنوں کے صفحہ ۱۲ پر کیا ہے۔

"اور جسقدر لوگ تیرے زمانے میں ہیں سب پر مَیں نے تجھے فضیلت دی۔"

پس معلوم ہوا کہ آپ کا تخت جو سب سے اونچا بچھایا گیا تو اس سے مُراد بھی اُمّتِ محمدیہ ہی کے تخت ہیں۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو خدا کے فضل سے نبی اللہ ہیں اور آپ کا مقام مسیح ناصری علیہ السلام سے بھی بلند ہے۔ مگر حضرت "پیرانِ پیر" سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اَنَا مِنْ وَرَآءِ عُقُوْلِکُمْ فَلَا تَقِیْسُوْنِیْ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا تَقِیْسُوْا اَحَدًا عَلَیَّ۔"

(فتوح الغیب مترجم فارسی صـ۲۲) یعنی میں تمہاری عقلوں سے بالا ہوں۔ مجھ کو کسی دوسرے پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس کرو۔

۲۲۔ عَجِبْتَ لِاَمْرِ اللّٰہِ

عربی غلط ہے۔ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ چاہیئے تھا۔ "عجب" کا صلہ لام نہیں آتا۔

جواب:۔ "عجب" کا صلہ لام آتا ہے۔ ملاحظہ ہو مشہور عرب شاعر جعفر بن علبۃ الحارثی جبکہ وہ مکہ میں قید تھا کہتا ہے:۔

عَجِبْتُ لِمَسْرَاهَا وَاَنّٰی تَخَلَّصَتْ
اِلَیَّ وَبَابُ السِّجْنِ دُوْنِیْ مُغَلَّقٗ (حماسہ صـ۸)

کہ میں نے اپنی معشوقہ کے چلے جانے پر تعجب کیا کہ ایسی حالت میں کہ قید خانے کا دروازہ مقفل ہے پھر وہ کس طرح میرے پاس پہنچ گئی۔

اِس شعر میں عجب کا صلہ لام آیا ہے۔ پس تمہارا اعتراض باطل ہے۔

۲۳۔ یَحْمَدُکَ اللّٰہُ مِنْ عَرْشِہٖ

"حمد" کا لفظ سوائے خدا کے کسی اور پر بولا نہیں جاتا؟

جواب:۔ "حمد" کا لفظ غیر اللہ پر بھی بولا جاسکتا ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ہی محمّدؐ تھا۔

۲۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی شخص نے کچھ سوال کیا۔ تو حضورؐ نے تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمایا۔ اَیْنَ السَّائِلُ۔ کہ وہ سائل کہاں ہے؟ اِس کے متعلق بخاری و مسلم میں لکھا ہے کَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی (حمد) تعریف کی۔

(بخاری باب الصدقۃ علی الیتامیٰ جلد ا صـ۱۶۹ مصری و مسلم باب تخوف ما تخرج من زہرۃ الانبیاء جلد ا صـ۳۸۷ مصری۔)

۳۔ "اِفْعَلْ ھٰذَا الَّذِیْ اٰمُرُکَ بِہٖ یَبْعَثُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَحْمَدُکَ الْخَلَائِقُ کُلُّھُمْ وَخَالِقُھُمْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی" (تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صـ۹۲) کہ یَبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ یہ جو میں نے تجھے حکم دیا اُس کو بجالا تاکہ میں تجھ کو قیامت کے دن مقام محمود پر کھڑا کروں۔ تمام دُنیا تیری حمد کریگی اور خالق کون و مکان (خدا تعالیٰ) بھی تیری حمد کریگا۔

۴۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"فَیَحْمَدُنِیْ وَاَحْمَدُہٗ وَیَعْبُدُنِیْ وَاَعْبُدُہٗ" کہ اللہ تعالیٰ میری حمد کرتا ہے اور میں اُس کی حمد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری عبادت کرتا ہے اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا ارشاد کی حسب ذیل تشریح فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ مَعْنٰی یَحْمَدُنِیْ" اَنَّهٗ یَشْکُرُنِیْ اِذَا اَطَعْتُهٗ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ" وَ اَمَّا فِیْ قَوْلِهٖ "فَیَعْبُدُنِیْ وَ اَعْبُدُهٗ" اَیْ یُطِیْعُنِیْ بِاِجَابَتِهٖ دُعَائِیْ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ" اَیْ لَا تُطِیْعُوْهُ وَ اِلَّا فَلَیْسَ اَحَدٌ یَعْبُدُ الشَّیْطَانَ کَمَا یَعْبُدُ اللّٰہَ۔" (الیواقیت والجواہر ص۱۲ سطر ۲ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر)

یعنی حضرت امام ابن عربی کا یہ فرمانا کہ اللہ میری حمد کرتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اطاعت و فرمانبرداری کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تو اس جگہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعائیں قبول فرماکر میری بات مانتا (میری اطاعت کرتا) ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ یعنی شیطان کا کہا نہ مانو۔ ورنہ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو شیطان کی اس رنگ میں عبادت کرتا ہو جس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

پس عبارت بالا میں لفظ "حمد" بعینہ اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا (آل عمران:۱۸۹) کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی بغیر کسی کام کرنے کے ہی تعریف کی جائے۔

علی ہذا القیاس متعدد مثالیں ہیں جنکو بخوفِ تطویل درج نہیں کیا گیا۔

۲۴۔ حجرِ اَسود مَنَم

حضرت فرماتے ہیں کہ خواب میں کسی شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا کہ حجر اسود میں ہوں۔

جواب ۱۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح فرما دی ہے:۔ "وَاِنِّیْ اَنَا الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ الَّذِیْ وُضِعَ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَالنَّاسُ یَمَسُّهٗ یَتَبَرَّکُوْنَ۔" اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔ "قَالَ الْمُعَبِّرُوْنَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِیْ عِلْمِ الرُّؤْیَا اَلْمَرْءُ الْعَالِمُ الْفَقِیْهُ الْحَکِیْمُ۔" (الاستفتاء۔ عربی ص۳۴) کہ میں وہ حجر اسود ہوں جس کو خدا نے دُنیا میں مقبولیت دی ہے اور جس کو لوگ برکت حاصل کرنے کے لیے چھوتے ہیں۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔ کہ اُستادانِ فن تعبیر نے لکھا ہے کہ علم الرؤیا میں حجر اسود سے مراد عالم، فقیہ اور حکمت والا انسان ہوتا ہے۔

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رؤیا کی تعبیر بھی فرمادی ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؓ کو فرماتے ہیں:۔ "یَا عَلِیُّ اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ الْکَعْبَةِ۔" (فردوس الاخبار دیلمی ص۳۱۴ باب الیاء) یعنی اے علیؓ! تو بمنزلہ کعبہ کے ہے۔

۳۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ..... خطبہ لوگوں کو کہہ رہے تھے کہ میں اسم اللہ سے نقطہ دیا گیا ہوں۔ اور میں ہی اُس اللہ کا جنب (پہلو) ہوں جس میں تم نے افراط و تفریط کی ہے اور میں ہی قلم ہوں۔ اور میں ہی لوح محفوظ ہوں اور میں ہی عرش ہوں اور میں ہی کرسی ہوں اور میں ہی ساتوں آسمان ہوں اور میں ہی ساتوں زمین ہوں۔"
(مقدمہ فصوص الحکم فصل ہشتم مترجم اُردو صفحہ ۶۰ و ۶۱)

۴۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
"میں مدت تک کعبہ کا طواف کرتا رہا، لیکن جب خدا تک پہنچ گیا تو خانہ کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔"
(تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ صہ ۲۹)

حضرت بایزید بسطامیؒ کی عظمت شان

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کرے کہ بایزید بسطامیؒ کا قول حجت نہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت بویزید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اسقدر بلند ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"معرفت کا آسمان اور محبت کی کشتی ابو یزید طیفور بن علی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوا ہے اور اس کا حال سب سے بڑا اور اس کی شان بہت بڑی ہے اس حد تک کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔ اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرِیْلَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ یعنی ابو یزید ہمارے درمیان ایسا ہے جیسا کہ جبرائیل فرشتوں میں...... اور تصوف کے دس اماموں میں سے ایک یہ ہوتے ہیں اور اس سے پہلے علم تصوف کی حقیقتوں میں کسی کو اس قدر علم نہ تھا جیسا کہ اِس کو تھا اور ہر حال میں علم کا محب اور شریعت کا تعظیم کنندہ تھا۔"
(کشف المحجوب مترجم اردو صہ ۱۲۲ ذکر امام مشائخ تبع تابعین)

۵۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں حضرت رابعہ بصریؒ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔
"ایک دوسری مرتبہ آپ (حضرت رابعہ بصریؒ) حج کو جا رہی تھیں۔ جنگل میں کیا دیکھتی ہیں کہ کعبہ مکرمہ آپ کے استقبال کو آرہا ہے۔ رابعہؒ نے کہا "مجھ کو مکان کی ضرورت نہیں صاحب مکان درکار ہے۔ کعبہ کے جمال کو دیکھکر کیا کرونگی۔" (تذکرۃ الاولیاء اردو نواں باب صہ ۴۵ مطبوعہ علمی پریس)

۶۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت شبلیؒ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔
"ایک دفعہ آگ لے کر کعبہ کی طرف چلے اور کہنے لگے۔ میں جا کر خانہ کعبہ کو جلاتا ہوں تاکہ لوگ خداوند کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔" (تذکرۃ الاولیا۔ چودھواں باب صہ ۱۲۲)

۷۔حضرت ابوالقاسم نصیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے :۔

"ایک دفعہ مکہ میں لوگ طواف کر رہے تھے اور آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ آپ اسی وقت باہر جاکر لکڑیاں اور آگ لے آئے۔لوگوں نے پوچھا۔ یہ کیا حرکت ہے ؟ آگ اور لکڑیوں کا یہاں کیا کام ؟ فرمایا کہ کعبہ کو جلا دونگا تاکہ سب غافل لوگ خدا کی طرف رجوع کرلیں"

(تذکرۃ الاولیاء ترجمہ اردو باب ۹۴ صفحہ ۳۱۸)

۲۵۔ "ٹیچی ٹیچی"

سوال :۔ مرزا صاحب کا الہام ہے "ٹیچی ٹیچی"

جواب :۔ بالکل غلط ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ایسا الہام نہیں۔ ایک خواب ضرور ہے جس میں حضورؑ نے ایک آدمی دیکھا جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس نے اپنا نام "ٹیچی" بتایا۔ پنجابی زبان میں ٹیچی کے معنے ہیں "وقت مقررہ پر آنے والا"۔ پس اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بروقت امداد فرمائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جو مشکلات لنگر کے اخراجات کی نسبت اس خواب کے دیکھنے سے پہلے درپیش تھیں۔ وہ اس خواب کے بعد جلد ہی دُور ہوگئیں پس یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو "ٹیچی ٹیچی" الہام ہوا محض شرارت ہے۔

سوال :۔ کیا "ٹیچی ٹیچی" بھی فرشتہ ہوتا ہے ؟

جواب :۔ اوّل تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے حضرت اقدسؑ نے کہیں بھی تحریر نہیں فرمایا کہ وہ "فرشتہ" تھا۔ بلکہ اُسے فرشتہ نما انسان قرار دیا ہے، لیکن تم ذرا یہ بتاؤ کہ کیا فرشتے کانے بھی ہوا کرتے ہیں ؟ بخاری میں ہے :۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُرْسِلَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامَ فَلَمَّا جَآءَہٗ صَکَّہٗ فَوَضَعَ عَیْنَہٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّہٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَیْنَہٗ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَہٗ یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَہٗ بِکُلِّ مَا غَطَّتْ بِہٖ یَدُہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ سَنَۃٌ" قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْمَوْتُ:

{ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ جلد اصفحہ ۱۵۳
مطبع الہیہ مصر نیز مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء صفحہ ۵۰۸ اصح المطابع }

اس کا ترجمہ تجرید بخاری اردو شائع کردہ مولوی فیروزالدین اینڈ سنز لاہور سے نقل کیا جاتا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملک الموت حضرت موسیٰ کے پاس بھیجا گیا جب وہ آیا تو موسیٰؑ نے اُسے ایک طمانچہ مارا جس سے اُس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ پس وہ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا اور عرض کی کہ تُو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ نے اُس کی آنکھ دوبارہ عنایت کی اور ارشاد ہوا پھر جاکر اُن سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں پس جس قدر بال اُن کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے۔ ہر بال کے عوض میں انہیں ایک ایک سال زندگی دی جائیگی حضرت موسیٰؑ

بولے اے پروردگار! پھر کیا ہوگا اللہ نے فرمایا پھر موت آئیگی۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ تو پھر ابھی سہی۔"
(تجرید البخاری اُردو جلد ا صفحہ ۱۵۰)

بھلا "ٹیچی" تو محض نام ہے۔ تم تو عملاً عزرائیل کو بھی کانا مانتے ہو۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا بلکہ فرمایا ہے کہ "فرشتہ معلوم ہوتا تھا" (مکاشفات صفحہ ۳۸) نیز خواب میں جو اُس فرشتہ نما اِنسان نے جو اپنا نام بتایا ہے وہ صرف "ٹیچی" ہے۔ مگر تم محض شرارت سے "ٹیچی ٹیچی" کہتے ہو جو یہود کی مثل یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کا مصداق بنتا ہے۔

(عزرائیل کو طمانچہ مار کر کانا کرنے کی حدیث بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ کتاب بدء الخلق باب وفات موسیٰ وذکرہٗ بعدہ۔ نیز مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ مطبع العامرہ مصری کتاب الفضائل باب فضائل موسیٰ۔ نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۹ مطبع حیدری باب بدء الخلق ذکر الانبیاء فصل الاوّل میں بھی موجود ہے۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس کا ترجمہ بتایا ہے:۔
"ٹیچی پنجابی (زبان) میں "وقت مقررہ" کو کہتے ہیں۔ یعنی عین ضرورت کے وقت آنے والا۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۲)

۴۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ یہ تو ایک صفاتی نام ہے۔ نبی کی اپنی زبان (پنجابی) میں۔ گویا خدا تعالیٰ نے الہام کیا ہے اور تم اس پر ہنستے ہو۔ اور مذاق اڑاتے ہو اگر نبی کی اپنی زبان میں الہام نہیں ہوتا تو اس پر اعتراض کرتے ہو۔ کہ غیر زبان میں الہام کیوں ہوا خدا تعالیٰ نے تم کو اِسی کشف کے ذریعہ سے ملزم اور ماخوذ کیا ہے کہ تمہاری پنجابی زبان تو ایسی زبان ہے کہ غالباً اس کے اکثر حصّہ پر مذاق ہی مذاق اُڑایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے عام طور پر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو افصح الالسنہ (عربی) میں الہام کیا۔ کیونکہ ضرورت زمانہ اور ملہم کی فطرتی پاکیزگی مقتضی تھی کہ فصاحت اور بلاغت کا معجزہ اُسے دیا جاتا۔ مگر پنجابی زبان اس کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے آپ کو الہامات کا اکثر حصّہ عربی زبان میں ہوا۔

۵۔ باقی رہا تمہارا کہنا کہ اس نے جھوٹ بولا اور پہلے کہا میرا کوئی نام نہیں اور بعد میں دوبارہ پوچھنے پر اپنا نام بتایا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ "ٹیچی" جیسا کہ بیان ہوا اس کا ذاتی نام (عَلَم) نہیں۔ بلکہ صفاتی نام ہے۔ گویا نفی ذاتی نام کی ہے اور اثبات صفاتی کا۔ جب اس سے کہا کہ میرا کوئی نام نہیں تو اس نے اپنے ذاتی نام (یعنی عَلَم) کی نفی کی۔ اور جب اُس سے کہا گیا کہ "کچھ" تو بتاؤ۔ تو اُس نے اپنی ڈیوٹی (یعنی وقت پر پہنچ کر مدد کرنا) کو مدّنظر رکھکر اپنا صفاتی نام بتلا دیا اب اس کو جھوٹ کہنا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو انبیاء کو بھی جھوٹ بولنے کا عادی قرار دیا کرتے ہیں۔ گویا ہر بات میں اُن کو جھوٹ ہی نظر آیا کرتا ہے (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

۶۔ بخاری شریف کے پہلے باب کی دوسری حدیث میں ہے :۔ "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَۃِ الْجَرَسِ" (بخاری۔ کتاب کیف کان بدء الوحی) کہ اکثر دفعہ فرشتہ وحی لیکر ٹن ٹن ٹلی کی آواز کی طرح آتا ہے۔

یہ اب "ٹلی ٹلی" کوئی فرشتہ نہیں۔ بلکہ اُس کی آمد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اِسی طرح بیان بھی "ٹیچی" اُس کی صفت ہے۔

۷۔ ہاں فرشتوں کے نام "صفاتی" بھی ہوتے ہیں جو اُن کے ذاتی نام (عَلَم) کے سوا ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے :۔ "اِسْمُ جِبْرَئِیْلَ عَبْدُ اللّٰہِ وَاِسْمُ مِیْکَائِیْلَ عُبَیْدُ اللّٰہِ وَاِسْمُ اِسْرَافِیْلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ" (دیلمی ۵۵ باب الالف راوی ابو امامہؓ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کا نام عبداللہ ہے اور حضرت میکائیل کا نام عبید اللہ اور حضرت اسرافیل کا نام عبدالرحمٰن ہے۔" اِسی طرح ایک اور حدیث میں ہے :۔

"ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ جب میں بیت المقدس سے فارغ ہوا۔ اُس وقت مجھ کو معراج ہوئی ...... جبرائیل جو میرے ساتھی تھے انہوں نے مجھ کو آسمانِ دنیا کے دروازہ پر چڑھایا جس کا نام باب الحفظ ہے اور اُس کا دربان ایک فرشتہ اسمٰعیل نام ہے اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فرشتے ہیں۔"

(سیرت ابن ہشام جلد ا باب الاسراء والمعراج مترجم اُردو ص۱۴۰)

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کے صفاتی نام بھی ہوتے ہیں جو اُن کی ڈیوٹیوں کے اعتبار سے لگائے گئے ہیں۔ اب حضرت جبرائیلؑ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "عبداللہ" بتایا ہے۔ اگر کوئی از راہِ تمسخر شرارت سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ "میاں عبداللہ"۔ "میاں اسمٰعیل" یہ وحی لایا ہے۔ تو جو جواب تمہارا سو وہی ہمارا۔ سمجھ لو۔

۲۶۔ "کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا"

(البشریٰ جلد ۲)

یہ مرزا صاحب کو اپنے متعلق الہام ہوا۔

جواب :۔ تم دھوکہ سے کام لیتے ہو۔ "البشریٰ" جس میں یہ الہام درج ہے۔ اُس کے آگے تشریح بھی موجود ہے :۔

"کمترین کا بیڑہ غرق ہوگیا۔ یعنی کسی کے قول کی طرف اشارہ ہے یا شاید کمترین سے مراد کوئی شریر مخالف ہے۔" (البشریٰ جلد ۲ ص۱۲۰)

تم لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ تو پڑھتے ہو۔ مگر وَاَنْتُمْ سُکَارٰی ہضم کر جاتے ہو۔ ع

کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

۲۷۔ مَیں سوتے سوتے جہنّم میں پڑ گیا

جواب ا۔ "وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی" بھی پڑھو۔ لکھا ہے :۔

"اِس وحی کے بعد ایک ناپاک رُوح کی آواز آئی۔ مَیں سوتے سوتے جہنّم میں پڑ گیا۔"

(البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۵)

گویا تمہارے جیسی ناپاک روح کے متعلق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے عذاب سے بے خبر ہے اور اسی حالتِ نیند میں ہی اپنے لئے سامانِ جہنّم بہم پہنچا رہی ہے۔ فاعتبروا۔

حضرت اقدس علیہ السلام کا اپنے متعلق الہام ہے :۔

"خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود۔" (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۵)

۲۔ اس الہام کو حضرت اقدس علیہ السلام نے اُس زلزلہ کے متعلق قرار دیا ہے جو ۳۱ ر مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ میں موسمِ بہار کے آخری دن (الوصیت صفحہ ۱۳ حاشیہ) میں آیا جبکہ رات کو لوگ غفلت کی نیند سوتے تھے مگر بعض بدکاروں کی بداعمالیوں کے باعث زلزلہ بھیجکر اُن کو ہلاک کر دیا اور اُن میں سے ناپاک روحیں سوتے سوتے واصلِ جہنّم ہوئیں (مرنے والوں میں سے کئی نیک بھی تھے۔ جیسا کہ طوفانِ نوحؑ میں غرق ہونے والوں میں شیر خوار بچے، عورتیں اور جانور بھی شامل تھے) چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام اپنے اشتہار ۱۸ر اپریل ۱۹۰۵ء متعلقہ زلزلہ مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب خدا تعالیٰ اِس وحی کے الفاظ میرے دل پر نازل کر چکا تو ایک رُوح کی آواز میرے کان میں پڑی۔ جو ایک ناپاک رُوح تھی اور مَیں نے اُس کو کہتے سُنا۔ مَیں سوتے سوتے جہنّم میں پڑ گیا۔"

(دیکھو اشتہار ۱۸ر اپریل ۱۹۰۵ء بعنوان "الانذار" آخری صفحہ)

پس اس الہام میں یہ بتایا گیا کہ وہ زلزلہ رات کو آئیگا جبکہ بعض بدکار سوتے سوتے واصل جہنّم ہو جائیں گے۔ (تذکرہ صفحہ ۵۲۴)

۲۸۔ "ہم مکّہ میں مرینگے یا مدینہ میں"

جواب :۔ اِس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود یہ تشریح فرمائی ؎۔

"یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے اور یہ کلمہ کہ ہم مکّہ میں مرینگے یا مدینہ میں۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مکّی فتح نصیب ہو گی جیسا کہ وہاں کے دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اِسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہو گی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائینگے۔ فقرہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ مکّہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ سَلَامٌ مدینہ کی طرف (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶

(تذکرہ ص۵۲۶ والحکم جلد ۱۰ ۱۲)

۲۹۔ خاکسار پیپرمنٹ

کیا پیپرمنٹ بھی بولتا ہے؟

الجواب:۔ یہ حضرت اقدس علیہ السلام کا کشف ہے۔ آپ کو ایک شیشی دکھائی گئی جس کے لیبل پر لکھا تھا: "خاکسار پیپرمنٹ" جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بیماری کا جس میں آپ اُس وقت مبتلا تھے علاج پیپرمنٹ ہے (تذکرہ ص۴۸۶)۔ پیپرمنٹ تو نہیں بولا۔ مگر تم ذرا بخاری میں پڑھو۔ جہاں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ننگے نہا رہے تھے کہ پتھر جس پر آپ نے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے کپڑے لیکر بھاگ گیا۔ اور آپ اس کے پیچھے دوڑے۔ اُسے پکڑ کر سوٹیاں ماریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم اب تک اس پتھر پر حضرت موسیٰ کی سوٹیوں کے نشان موجود ہیں۔ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَخَرَجَ مُوسَى فِي أَثَرِهِ يَقُولُ ثَوْبِي الْحَجَرُ ثَوْبِي الْحَجَرُ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مَنْ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا جلد ا ص۴۲ مطبع الٰہیہ مصر نیز مشکوٰۃ مجتبائی ص۰۰۰ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء) کہ حضرت موسیٰ ایک دفعہ نہانے گئے اور اپنے کپڑے اُتار کر آپ نے ایک پتھر پر رکھے پس وہ پتھر بھاگ گیا اور موسیٰ اسکے پیچھے ننگے بھاگے۔ بھاگتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: "اے پتھر! میرے کپڑے دے جا، او پتھر میرے کپڑے دے جا"۔ تمہارے ہاں پتھر کپڑے اُٹھا کر بھاگ سکتا ہے۔ مسجد نبوی کا شہتیر اور یعفور گدھا باتیں کر سکتے ہیں، لیکن اگر ہمارے ہاں عالم کشف میں کسی شیشی کے لیبل پر "خاکسار پیپرمنٹ" لکھا ہوا مل جائے تو اس پر بھی اعتراض کر دیتے ہو۔ حالانکہ اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ یہ ایک کشفی نظارہ ہے جس میں علاج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی امر محلِ اعتراض نہیں کیونکہ لکھا ہے کہ تمام علمِ طب اور علم تاثیر الادویۃ الہامی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"قَدْ ثَبَتَ أَنَّ عِلْمَ الطِّبِّ وَمَنَافِعَ الْأَدْوِيَةِ وَمَضَارَّهَا إِنَّمَا عُرِفَتْ بِالْوَحْيِ"

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی ص۴۴۲)

کہ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ علمِ طب۔ ادویہ کے فوائد اور نقصانات محض وحی الٰہی سے معلوم ہوئے ہیں۔ فلا اعتراض

۳۰۔ اُفْطِرُ وَأَصُومُ

جواب ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تشریح فرماتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ خدا روزہ رکھنے اور افطار کرنے سے پاک ہے اور یہ الفاظ اصلی معنوں کی رُو سے اُس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ پس یہ صرف ایک استعارہ ہے اور اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ کبھی میں اپنا قہر نازل کرونگا اور کبھی کچھ مہلت دونگا۔ اُس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے اور کبھی روزہ رکھتا ہے۔ اور

اپنے تئیں کھانے سے روکتا ہے اور اس قسم کے استعارے خدا کی کتابوں میں بہت ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں لکھا ہے کہ "قیامت کے دن خدا کہے گا میں بیمار تھا۔ میں بھوکا تھا۔ ننگا تھا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۴۲)

۲۔ پھر فرماتے ہیں:۔ میں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دونگا کہ کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کرونگا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کرونگا اور کچھ حصہ برس کا میں روزہ رکھونگا یعنی امن رہیگا اور طاعون کم ہوجائیگی یا بالکل نہیں رہیگی۔" (دافع البلاء ص۸-۹ نیز دیکھو تذکرہ ص۳۹۵ حاشیہ و و ب)

۳۔ وہ حدیث جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حوالہ دیا ہے مسلم میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ۔۔۔۔ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ۔۔۔۔ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ۔" (مسلم عیادۃ المریض) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو کہے گا۔ اے ابنِ آدم! میں بیمار تھا۔ تو نے میری تیمارداری نہ کی۔۔۔۔۔ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔۔۔۔۔ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے نہ پلایا۔ الخ

(بحوالہ ریاض الصالحین ص۲۰۵ مصری)

پس خدا بیمار ہو سکتا ہے۔ بھوکا پیاسا ہو سکتا ہے۔ مگر روزہ نہیں رکھ سکتا۔

۲۱۔ اُخْطِیُٔ وَاُصِیْبُ

جواب ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی ہے:۔

"اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ بھی دونگا اور کبھی ارادہ پورا کرونگا۔۔۔۔ جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ میں مومن کے قبض روح کے وقت تردد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردد سے پاک ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۳ حاشیہ)

۲۔ وہ حدیث جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔ بخاری میں ہے:۔

"وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُہٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ۔"

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع جلد ۴ ص۸۶ مصری)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے کسی چیز کے متعلق کبھی اتنا تردد نہیں کیا۔ جتنا ایک مومن کی رُوح قبض کرنے کے وقت مجھے ہوتا ہے۔

۲۲۔ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

یہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے مگر حضرت مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کہ رحمانے تو مارا کرو گستاخ" کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں کرتے اور سرکش نہیں بناتے بلکہ اور زیادہ شکرگذار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔"

(الفضل ۲۳ رجنوری ۱۹۱۷ء)

الجواب :- یہ الہام تو ہے مگر حکایتاً عن الغیر خدا کا کلام ہے۔ جس طرح قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔ ءَ اِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ نیز سَاحِرٌ كَذَّابٌ۔ وغیرہ اب سوال یہ ہے کہ کیا خدا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرکے کہہ رہا ہے - "کہ رحمانے تو مارا کرو گستاخ" (نعوذ باللہ) یا کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کو کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ لفظ "ما" ایک جماعت کو چاہتا ہے جس کا یہ قول حکایتاً نقل ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جماعت جماعتِ مومنین نہیں۔ کیونکہ خدا کے فضل مومن کو گستاخ نہیں بناتے۔ پس یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت اقدسؑ کا ایک دوسرا الہام ہے کہ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کہ شرارت اُن لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ پس یہ اہلِ پیغام ہیں جنہوں نے حضرتِ اقدس علیہ السلام کی مہربانیوں اور لطف وکرم کا نتیجہ گستاخی اور استخفاف سے دیا اور حضرتؑ اور حضرت کے اہلِ بیت کے دشمن ہوگئے بمطابق الہام سَيَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا (کہ دشمن کہے گا تو رسول نہیں)

حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک اور شعر بھی ہے ؎

وَمِنْ عَجَبٍ اُشَرِّفُكُمْ وَ اَدْعُوْ
وَ مِنْكَ الْمَشْرَفِيَّةُ وَ الرِّمَاحُ

(تحفہ بغداد ص۳۰)

کہ تعجب ہے کہ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ اور تمہیں بلاتا ہوں۔ مگر تمہاری طرف سے نیزے اور تیر ہیں۔

۲۲۔ "خیراتی"

مرزا صاحب کے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا نام "خیراتی رام" تھا۔

الجواب :- لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز "خیراتی رام" نہیں لکھا۔ بلکہ ایک فرشتے کا بحالتِ رؤیا آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس نے اپنا نام "خیراتی" بتایا ہے۔ آگے یہ تمہارا کام ہے کہ تم لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ والی آیت کے مطابق اپنے پاس سے الفاظ کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دو۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن "رَاعِنَا" کو "رَاعِیْنَا" کرکے پکارتے تھے۔

باقی رہا فرشتے کا نام تو درحقیقت یہ لفظ "خیراتی" ہندی۔ پنجابی یا اردو کا نہیں بلکہ عربی زبان کا لفظ ہے جو "خَيْرَاتِيْ" ہے جو خیر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "نیکیوں والا"۔ یٔ نسبتی ہے۔ یہ اُس فرشتے کا صفاتی نام ہے چنانچہ ہمارے مندرجہ بالا معنوں کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر سے ہوتی ہے :-

"اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک کا نام اُن میں سے خیراتی تھا۔۔۔۔ تب میں نے اُن فرشتوں کو کہا کہ آؤ میں ایک دُعا کرتا ہوں۔ تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دُعا کی کہ رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّيَ الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِيْ تَطْهِيْرًا۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی۔ اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی۔" (تریاق القلوب تقطیع کلاں ص۹۴ و ص۹۵ شائع کردہ بکڈپو ص۱۹۲)

حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ رؤیا ۱۸۷۴ء میں یعنی ماموریت سے پہلے کا ہے۔ تم تو دو فرشتوں کے قائل ہو کہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک نیکیوں والا اور دوسرا بدیوں والا۔ پھر اعتراض کیوں؟

۴۴۔ "جے سنگھ بہادر"

جواب:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے طاقتور شیر کو فتح نصیب ہو گی اور "غلام احمد کی جے" کے نعرے بلند ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اور دشمن کو بتایا گیا کہ وہ ناکام رہے گا۔ ؏

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

باقی لفظ "جے سنگھ" پر مذاق اُڑانا ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی شخص خدا کے متعلق گاڈ یا پرمیشور کا لفظ سُن کر اُس کا مذاق اُڑائے۔

۴۵۔ گورنر جنرل

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے دُنیا کی بادشاہت سے ہرگز حصہ نہیں پائیگا۔ بلکہ اُس کے لئے آسمانی بادشاہت ہو گی اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حَکَم ہو کر آئیگا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکم عام ہو گا جس کا ترجمہ انگریزی میں "گورنر جنرل" ہے۔ سو یہ گورنری اِس کی زمین کی نہیں ہو گی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی طرح غربت اور خاکساری سے آوے۔ سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا۔"

(تریاق القلوب تقطیع کلاں ص۹ مطبوعہ بکڈپو ص۱۵)

۴۶۔ آریوں کا بادشاہ

جواب:۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ" یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ نہیں مانتے کیا آریہ انسان نہیں؟ تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آریوں، دہریوں، عیسائیوں اور یہودیوں غرضیکہ سب کے بادشاہ ہیں۔

۲۔ کیا کسی قوم کا بادشاہ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کا بھی وہی مذہب ہے جو رعایا کا ہو؟ کیا جالیج ششم آریوں کا بادشاہ نہیں تھا تو کیا وہ بھی آریہ تھا۔ اورنگ زیب کیا ہندوؤں کا بادشاہ نہ تھا۔ تو گیاوہ بھی ہندو تھا؟ بادشاہ کی رعایا میں مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔ شریف لوگ بھی ہوتے ہیں اور بدمعاش بھی۔ وہ سب کا بادشاہ ہوتا ہے۔ آخر انسانوں میں بدمعاش بھی تو شامل ہیں۔ پھر اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ جو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں سب انسانوں کا سردار ہوں تو اس کا کیا مطلب ہوا؟ خدارا اعتراض کرتے وقت کبھی خدا کا خوف بھی دل میں رکھا کرو۔

۳۷۔ اِنِّیْ بَایَعْتُكَ بَایَعَنِیْ رَبِّیْ

خدا نے مرزا صاحب کی بیعت کی (نعوذ باللہ) البشریٰ میں اس کا یہی ترجمہ لکھا ہے کہ "میں نے تیری بیعت کی"

الجواب ا۔ بالو منظور الٰہی صاحب کا ترجمہ مندرجہ البشریٰ بالکل غلط ہے اور نہ جماعت احمدیہ پر حجت ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ترجمہ کے بالمقابل کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۶ پر اس الہام کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے ---- تُو بھی اِس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہدے کہ خدا نے مجھ سے خرید و فروخت کی" (نیز دیکھو تذکرہ صفحہ ۳۹۴)

۲۔ اس الہام میں خدا کے ساتھ اس خرید و فروخت کا ذکر ہے جو قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة ۱۱۱) کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ ایک سودا کیا ہے اور وہ یہ کہ اُنکے مال اور جانیں خرید لی ہیں اور ان کے بدلہ میں اُنکو جنت دی ہے۔

۳۸۔ اَسْهَرُ وَ اَنَامُ

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس کے متعلق یہی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ سونے سے پاک ہے۔ مطلب اس الہام سے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بعض گنہگاروں سے چشم پوشی کرتا ہے اور بعض دفعہ سزا بھی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے متعلق بھوکا رہنے، کھانے پینے۔ کپڑا پہننے، ننگا رہنے وغیرہ کے اگر استعارات استعمال ہو سکتے ہیں (جیسا کہ ہم مسلم کی حدیث کے حوالہ سے "افطر و اصوم" کے جواب میں بیان کر آئے ہیں۔ تو سونے جاگنے کا استعارہ کیوں استعمال نہیں ہو سکتا؟

۳۹۔ اِصْبِرْ سَنَفْرُغُ یَا مِرْزَا (مکاشفات صفحہ ۲۸)

کہ مرزا صبر کر ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں:

جواب:۔ ہاں خدا تعالیٰ کبھی یہ بھی فرمایا کرتا ہے کہ اے بندو! ابھی ہم فارغ ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید

میں ہے:۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ (الرحمٰن: ۳۲) اے دو مخلوقو! (یعنی جنو! اور انسانو!) ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہونگے۔ فلا اعتراض

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں لفظ "لک" نہیں ہے۔ اس لئے اس میں تہدید کا پہلو نہیں ہے۔ نیز لفظ اِصْبِرْ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام تسکین دہی کی غرض سے ہے پس مولوی محمد علی امیر پیغام کی کتاب بیان القرآن کا حوالہ قابل اعتنا نہیں اور نہ ہم پر حجت ہے۔

۴۰۔ قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قرآن مجید میرے منہ کی باتیں ہیں۔ الہام میں صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف تشریحاً تبدیلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ملہم ہیں اس کی تشریح فرمادی ہے۔

"سوال پیش ہوا کہ الہام الٰہی (قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں۔ خادم) میں میرے کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہے؟ یعنی کس کے منہ کی باتیں؟ فرمایا:۔ خدا کے مُنہ کی باتیں" اس طرح کے اختلاف ضمائر کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں (بدر جلد ۶ ۲۸/۲۹ جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۶) چنانچہ بعینہ اسی طرح

۱۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ ۳ تا ۵) میں پہلے سب غائب کے صیغے ہیں، اور پھر یکدم صیغہ حاضر شروع ہوجاتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمارہا ہے کہ "ایاک نعبد" ہرگز نہیں۔ فلا اعتراض۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے: "وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ" (فاطر: ۱۰) اور اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں جو بادلوں کو اُٹھاتی ہیں۔ پس ہم اس کو ہانک لاتے ہیں مُردہ بستی کی طرف۔ اس آیت میں پہلے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیغہ غائب کیا گیا ہے پھر اسی آیت میں آگے چل کر یکدم سُقْنٰا صیغہ متکلم شروع ہوگیا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بادل آلودہ ہواؤں کو اُٹھاتا تو اللہ تعالیٰ ہے مگر مُردہ بستی کی طرف ہانک کر لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔

۳۔ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (الزخرف: ۱۲) اور وہ جس نے اندازہ کے مطابق آسمان سے پانی اُتارا اور پھر ہم نے زندہ کیا اس سے مُردہ بستی کو۔

۴۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام: ۱۰۰) وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر ہم نے اُس میں سے ہر چیز کی سبزی نکالی۔

۵۔ قرآن مجید میں ہے:۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ (آل عمران ۱۸۰) کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا۔ جس پر کہ تم اب ہو۔ اس آیت میں المومنین مفعول بصورت صیغہ غائب ہے مگر "انتم علیہ" میں انہی مومنین کو ضمیر مخاطب سے ذکر کیا ہے حالانکہ اگر

معترض کا اسلوب بیان مدِنظر ہوتا تو علیٰ ما انتم علیہ کی بجائے عَلیٰ مَاھُمْ عَلَیْہِ چاہیئے تھا۔ مگر صیغہ غائب کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی فقرہ میں صیغہ مخاطب میں تبدیل کرکے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسا ہو جایا کرتا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں اس اسلوبِ بیان کی بیسوں مثالیں ہیں۔ مگر انہیں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

جواب ۲:۔ اگر مندرجہ بالا جواب کو قبول نہ کرو۔ تو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے جواب سُنو۔ فرماتے ہیں:۔

۱۔"عارف ------ ذاتِ حق میں واصل ہو جاتا ہے۔ اُنکی گردش اللہ تعالیٰ کی گردش اور اُن کی باتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوتی ہیں اور اُن کی نظر خدا کی نظر ہوتی ہے۔ حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندہ کو اپنا دوست بناتا ہوں تو مَیں اُس بندے کے کان آنکھیں اور زبان۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ بن جاتا ہوں۔ تاکہ وہ مجھ سے سُنے۔ دیکھے۔ بولے۔ کام کرے اور چلے۔"

{ تذکرۃ الاولیاء۔ اُردو باب ۴ صفحہ ۱۶۱ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز۔ بار سوم مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔ ظہیر الاصفیاء۔ ترجمہ اُردو تذکرۃ الاولیاء۔ شائع کردہ حاجی چراغدین سراجدین مطبوعہ جلال پرنٹنگ پریس ۱۱۵ }

نوٹ:۔ یاد رہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان شخصیت کا کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب مترجم اُردو صفحہ ۱۱۵ میں انکی عظمت و بزرگی کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور بندہ کی عزت اِس میں ہوتی ہے کہ اپنے فعلوں اور امکانِ مجاہدہ بجمالِ حق میں آفتِ فعل سے بچا ہو۔ اور اپنے فعلوں کو خدا تعالیٰ کے فعل میں مستغرق جانے اور مشاہدہ کو ہدایت کے پہلو میں منفی۔ پس اس کا قیام حق سے ہے۔ وہ تعالیٰ شانہٗ اس کے اوصاف کا وکیل ہو اور اس کے فعل کو سب اُسی کی طرف نسبت ہو تا کہ اپنے کسب کی نسبت سے نکل گیا ہو۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جبرائیل سے خبر دی ہے اور جبرائیل نے خدا تعالیٰ سے۔ جیسا کہ فرمایا:۔ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّیَدًا وَّبَصَرًا وَّمُؤَیِّدًا وَّلِسَانًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَنْطِقُ۔ یعنی بندہ مجاہدہ کے ساتھ ہم سے تقرب کرتا ہے۔ ہم اُس کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اُس کی ہستی کو اُس میں فنا کر دیتے ہیں اور اُس سے اُسکے فعلوں کی نسبت ہٹاتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ سُنے ہم سے سُنے جو کہے ہم سے کہے جو دیکھے ہم سے دیکھے اور جو کچھ پکڑے ہم سے پکڑے یعنی ہمارے ذکر میں مغلوب ہو اور اُسکا کسب اُسکے ذکر سے فنا ہو اور ہمارا ذکر اسکے ذکر پر غالب ہو جائے اور آدمیت کی نسبت اسکے ذکر سے قطع ہو جائے۔ تب اُسکا ذکر ہمارا ذکر ہو گا۔ حتّٰی کہ حالتِ غلبہ میں اُس صفت پر ہو جائے جو کہ ابو یزیدؒ نے کہا۔ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ اور جس نے اُن کی کلام کی تاک پر کہا وہ کہنے والا سچا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یعنی حق عمرؓ کی زبان سے

گویا ہے۔ اس کی اصلیت ایسی ہوتی ہے کہ حق کا قہر آدمیت پر اپنا غلبہ ظاہر کرتا ہے۔ اُس کو اُس کی ہستی سے نکال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے کلام استحالہ سے سب کلامِ حق ہوتی ہے۔"
(کشف المحجوب مترجم اُردو ص ۲۰۰)

۲۱۔ انگریزی الہامات کی زبان پر اعتراض

مکتوبات جلد ا صفحہ ۹۶ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بایں الفاظ شائع ہوا ہے۔

(۱) **"You have to go Amritsar"** (یو ہیو ٹو گو امرتسر)

یعنی تمہیں امرتسر جانا ہوگا۔ اس پر اعتراض کیا گیا۔ کہ لفظ گو (go) اور امرتسر کے درمیان لفظ ٹو (to) چاہیے تھا۔ یعنی عبارت اس طرح ہونی چاہیئے تھی **"You have to go to Amritsar"**

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ to کا اس الہام میں رہ جانا محض سہو کتابت کا نتیجہ ہے اصل الہام سے مفقود نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اسی جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"فقرات کی تقدیم تاخیر کی صحت بھی معلوم نہیں اور بعض الہامات میں فقرات کا تقدم تاخر بھی ہو جاتا ہے۔ اس کو غور سے دیکھ لینا چاہیئے۔" (مکتوبات جلد ا صفحہ ۹۶ و تذکرہ صفحہ ۱۱۹)

پھر فرماتے ہیں:۔
"چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہام الٰہی میں ایک سُرعت ہوتی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۴ حاشیہ)

اس امر کا ثبوت کہ لفظ "go" کے بعد to کا رہ جانا محض سہو کتابت سے ہے یہ ہے کہ اس الہام سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس الہام سے بالکل مشابہ ایک اور الہام ہو چکا ہے۔ جس میں لفظ to کو go کے بعد استعمال کیا گیا ہے۔ وہ الہام براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۶۹ و صفحہ ۴۷۰ پر حاشیہ ۴ و تذکرہ صفحہ ۵۴ پر ہے۔

"Then will you go to Amritsar." (دَین وِل یُو گو ٹو امرتسر)

یعنی تب تم امرتسر بھی جاؤگے۔ اس الہام میں فقرہ **go to Amritsar** استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ملہم (خدا تعالیٰ) کو تو go to کا محاورہ معلوم تھا مگر اس کے لکھنے میں سہو کتابت کے باعث لفظ to رہ گیا۔ اس قسم کا سہو اس قدر عام ہے کہ اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی لیکن ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دوسرے الہام کو بطور دلیل پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ معترضین کا اعتراض سراسر باطل ہے۔

لفظ ضلع کا استعمال انگریزی میں

مندرجہ بالا الہام سے اگلا الہام ہے:۔

(۲) **"He helts in the Zilla Peshawar."**

کہ وہ ضلع پشاور میں قیام کرتا ہے۔ (تذکرہ ص۱۱۹)

اس الہام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ انگریزی میں لفظ "ضلع" استعمال نہیں ہوتا۔

جواب:۔ غلط ہے۔ انگریزی میں لفظ "ضلع" کا استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ آکسفورڈ ڈکشنری ص۱۵۰۸ پر ہے:۔

ZILLAH :- ADMINISTRATIVE DISTRICT.

۲۔ دی پبلک سروس انکوائریز ایکٹ کی دفعہ ۳ میں دو دفعہ یہ لفظ "ضلع" انگریزی میں استعمال ہوا ہے۔ دیکھو دی پنجاب کورٹس ایکٹ مرتبہ وشائع کردہ شمیر چند بیرسٹرایٹ لاء مطبوعہ ۱۹۳۳ء ص۸۳۔

علاوہ ازیں آکسفورڈ ڈکشنری ص۹۳۳ پر لفظ "ضلع" موجود ہے۔

۳۔ "بائی" بمعنے "ساتھ"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:۔

GOD IS COMING BY HIS ARMY (گاڈ از کمنگ بائی ہز آرمی) (تذکرہ ص۹۳)

یعنی خدا اپنی فوج کے ساتھ آرہا ہے۔

اِس الہام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں لفظ "بائی" کا استعمال درست نہیں۔ اسکی بجائے لفظ with (ساتھ) استعمال ہونا چاہیئے تھا۔ اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض انگریزی زبان کے نہ جاننے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ انگریزی زبان میں لفظ by بائی with کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو۔ انگلش ڈایالکٹ ڈکشنری مصنفہ جوزف رائٹ ص۴۷۔ اُس میں لکھا ہے:۔

"By together with, in company with, I will go if you go by me, come along by me."

یعنی لفظ "بائی" کے معنے ہیں "ساتھ"۔ "ہمراہ"۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ مَیں تب جاؤنگا۔ اگر تم میرے ساتھ (بائی) جاؤ گے + تم میرے "ساتھ" آؤ۔

محولہ بالا ڈکشنری وہ ڈکشنری ہے جس کے متعلق لکھا ہے:۔

Complete vocabulary of all inglish dialect.

کہ یہ انگریزی زبان کے تمام محاورات کا خزینہ ہے۔

علاوہ ازیں انگریزی کی سب سے بڑی ڈکشنری مصنفہ ویبسٹر (WEBSTER) جس کا نام ہے۔ "انٹرنیشنل ڈکشنری آف انگلش سینگواج" مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے ص۲۸۲ پر لفظ come کے نیچے لکھا ہے:

(Come by :- To pass " by way of ")

یعنی کم بائی (come by) کے معنے ہیں۔ بذریعہ۔ پس اِس الہامی فقرہ کے معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ افواج آرہا ہے۔ یعنی خدا کا آنا بذریعہ افواج قاہرہ ہوگا۔

پس انگریزی زبان میں لفظ by (بائی) with کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام انگریزی زبان کے لحاظ سے بالکل بامحاورہ اور درست ہے۔

۴۔ ایکسچینج بمعنی چینج

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:۔

"Words of God cannot exchange"

(ورڈز آف گاڈ کین ناٹ ایکسچینج) تذکرہ صفحہ ۱۰۱ وصفحہ ۱۰۹ یعنی خدا کے الفاظ تبدیل نہیں ہو سکتے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسمیں لفظ exchange (ایکسچینج) لفظ change کے معنے میں استعمال ہوا ہے حالانکہ بلحاظ قواعد و اسلوب اہل زبان یہ لفظ "change" کے معنے میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر الہام میں لفظ ایکسچینج کی بجائے چینج ہوتا تو درست ہوتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ بھی انگریزی زبان سے ناواقفیت کے باعث پیدا ہوا ہے ورنہ انگریزی زبان میں exchange کا لفظ change کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان کی مشہور اور مروج لغت آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ exchange کے معنے change لکھے ہیں۔

علاوہ ازیں Marrcy's Dictionary میں لفظ Exchange کے ماتحت لکھا ہے کہ یہ لفظ Change کے معنے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے استعمال کا ثبوت بطور مثال یہ فقرہ لکھا ہے

"I return again just to the time, not with the time exchanged."

یعنی میں وقت مقررہ پر واپس آیا ہوں۔ تبدیل شدہ وقت پر نہیں۔ پس انگریزی زبان میں "ایکسچینج" کا لفظ "چینج" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں ہوا۔ اور اس پر اعتراض کرنا انگریزی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔

ایک اور مفہوم

علاوہ ازیں ایکسچینج Exchange کا لفظ مسلمہ طور پر "Inter change" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس لحاظ سے الہام کے الفاظ کو دیکھا جائے تو الہام کے معنے یہ ہونگے کہ اللہ تعالےٰ کے الفاظ آپس میں بدل نہیں سکتے۔

مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس قدر افصح اور ابلغ ہوتا ہے کہ اس کا ہر لفظ اپنی جگہ پر نہایت موزوں ہو کر بیٹھتا ہے اور جو جہاں استعمال ہو۔ وہ وہاں ہی صحیح معنے دیتا ہے اور اگر کسی لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ وہاں رکھا جائے تو عبارت کا مفہوم بگڑ جائیگا۔ چنانچہ اعلیٰ کلام کی یہ خصوصیت مسلّم ہے۔ کہ اس کا ہر لفظ بامعنی اور برمحل ہوتا ہے۔ خصوصاً قرآن مجید کا علم رکھنے

والے جانتے ہیں کہ اِس میں بلاغت کا یہ کمال اِس قدر نمایاں ہے کہ اگر اس کا ایک لفظ بھی بدل دیا جائے تو آیت کا مفہوم اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ سیاق وسباقِ عبارت اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں خواہ لفظ "ایکسچینج" کو "چینج" کے معنے میں لیا جائے خواہ انٹرچینج (Inter change) کے معنے میں الہام کی زبان بالکل درست اور محاورۂ اہلِ زبان کے عین مطابق ہے اور اس پر اعتراض کرنے سے بجز اسکے کہ معترض کی اپنی علمی پردہ دری ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

۴۲۔ قابلِ تشریح الہامات

۱۔ قرآن مجید میں حروف مقطعات کٓھٰیٰعٓصٓ۔ طٰسٓ۔ طٰسٓمّٓ۔ حٰمٓ۔ نٓ۔ قٓ۔ یٰسٓ وغیرہ کے متعلق بھی مخالفین تمہاری طرح گول مول الہام ہونے کا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔

۲۔ تمہارے ہی جیسے دشمنانِ حق نے حضرت شعیبؑ سے بھی کہہ دیا تھا کہ تمہارے الہامات گول مول ہیں جن کی ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔ یَا شُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔ (ھُود ۹۲) کہ اے شعیبؑ! ہمیں اکثر باتوں کی جو تو کرتا ہے سمجھ نہیں آتی۔

۳۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں لکھتے ہیں:۔

"قرآن مجید کے سب معانی سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی ۔۔۔۔ مقطعاتِ قرآنی ایسے حروف یا الفاظ ہیں جو اہلِ عرب کی اصطلاح میں کسی معنے کے لیے موضوع نہیں۔"

(علم الکلام اُردو ترجمہ الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۲۶)

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الفوز الکبیر" میں قرآن مجید کی اُن آیات کے متعلق جن میں تخصیص نہ ہو لکھتے ہیں:۔

"اجتہاد را دریں قسم دخلے ہست و قصصِ متعددہ را آنجا گنجائش ہست۔" (الفوز الکبیر صفحہ ۳۰)

کہ اس قسم کے الہامات میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہے اور کئی قصوں کی اِن آیات کی تشریح میں شامل کئے جانے کی گنجائش ہے۔

۵۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی "الٓمّٓ" وَمَا یَجْرِیْ مَجْرَاهُ مِنَ الْفَوَاتِحِ قَوْلَانِ اِنَّ هٰذَا عِلْمٌ مَّسْتُوْرٌ وَ سِرٌّ مَّحْجُوْبٌ اِسْتَاْثَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی بِهٖ۔ قَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّیْقُ فِیْ كُلِّ كِتَابٍ سِرٌّ وَ سِرُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ اَوَائِلُ السُّوَرِ۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

کہ الٓمّٓ وغیرہ مقطعات کی نسبت دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ چھپا ہوا علم اور راز داروں پردہ ہے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی بھید ہر کتاب میں ہوتا ہے اور قرآن میں اس کا بھید قرآن مجید کی سورتوں کے ابتدائی مقطعات ہیں۔

۲۔ لَا بُعْدَ فِیْ تَکَلُّمِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِکَلَامٍ مُفِیْدٍ فِیْ نَفْسِہٖ لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ اِلٰی مَعْرِفَتِہٖ اَلَیْسَتْ فَوَاتِحُ السُّوَرِ مِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ وَھَلْ یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنَّہٗ کَلَامٌ غَیْرُ مُفِیْدٍ وَھَلْ لِاَحَدٍ سَبِیْلٌ اِلٰی دَرْکِہٖ؟

(السراج الوہاج شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۔۔ مصنفہ نواب صدیق حسن خان)

یعنی یہ امر کوئی بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا الہام یا وحی نازل ہو جو اپنی ذات میں مفید تو ہو مگر اس کے معنے کوئی نہ سمجھ سکے۔ کیا قرآن مجید کے حرف مقطعات اس طرح کے نہیں ہیں۔ کیا کسی کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر کیا کوئی انکا علم حاصل کر سکتا ہے؟ (یعنی نہیں کر سکتا)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات جو خاص واقعات کے متعلق ہیں انکی تشریح خود حضرت اقدسؑ نے فرمادی اور جو بعض آیندہ زمانہ کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں وہ اپنے وقت پر پورے ہونگے اور انکے معنے واقعات کی روشنی میں کھل جائینگے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا (النمل: ۹۴) کہ ہم تم کو اپنے نشان دکھائیں گے تو تم انکو پہچان لوگے۔

اور بعض الہامات جو عام ہیں انکی تشریح وتفسیر کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حوالے سے اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ بہر حال ان الہامات کو گول مول قرار دینا یا انکو غیر مفید بتانا اپنی شقاوتِ قلبی اور کور باطنی پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔

اب ذیل میں چند الہامات معہ تشریح درج کئے جاتے ہیں:۔

ا۔ "غُثَمْ غُثَمْ غُثَمْ" بے معنی فقرہ ہے

جواب (ا) تمہارے جیسے داناؤں نے حضرت شعیبؑ کو کہا تھا کہ یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَہُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (ھود: ۹۲) اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

ب۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"قرآن مجید کے سب معنے سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی ...... مقطعاتِ قرآنی ایسے حروف یا الفاظ ہیں جو اہلِ عرب کی اصطلاح میں کسی معنے کے لئے موضوع نہیں۔"

(علم الکلام ترجمہ اردو الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۔۔)

غُثُمْ غُثُمْ غُثُمْ حضرت اقدس علیہ السلام کا کوئی الہام نہیں ہے۔ بلکہ غَثَمَ غَثَمَ غَثَمَ لَہٗ ہے اور اس کے معنی ہیں اس کو مال یکدم دیا گیا۔ الہام کے ساتھ ترجمہ بھی الہام ہوا ہے۔ الہام کے یہ الفاظ ہیں۔ غَثَمَ غَثَمَ غَثَمَ لَہٗ دُفِعَ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ دَفْعَۃً (تذکرہ صفحہ ۔۔) دیا گیا اسکو مال اسکا۔ لغت میں ہے:۔ غَثَمَ لَہٗ۔ دَفَعَ دَفْعَۃً جَیِّدَۃً مِّنَ الْمَالِ (منجد زیر لفظ غثم) کہ غثم کے معنے ہیں اسکو یکدم مال دیا گیا۔

پھر عربی انگریزی ڈکشنری "الفرائد الدریہ" میں لکھا ہے:۔

غَثَمَ۔ To give at onec any one.

یکدم کسی کو مال دینا بس یہ الہام بے معنے نہیں۔ اور تمہارا اسکو غُثُمْ غُثُمْ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بزبان دشمنِ اسلام الٓـمّٓ کو اُلُم اُلُم پڑھ کر اس پر تمسخر اُڑاتے۔

نیز دیکھو لسان العرب میں لکھا ہے:۔ غَثَمَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ غُثْمَةً ۔ اِذَا دَفَعَ لَهٗ دُفْعَةً

گویا غَثَمَ لَهٗ کے معنے لفظاً لفظاً لغت میں وہی ہیں جو حضرت اقدسؑ کے الہام میں ہیں۔

نیز دیکھو اقرب الموارد۔

۲۔ "ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہ رہیگا"

بے معنی ہے

جواب:۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ "اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج:۴۸)" کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک دن انسانوں کے ہزار سال کے برابر ہے اور انجیل میں بھی ہے۔ "یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر۔ خداوند اپنے وعدہ میں دیر نہیں کرتا۔" (۲ پطرس ۳/۸)

۱۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ دُنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور سات ہزار سال کے بعد دنیا پر قیامت آجائیگی۔ چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے:۔

"در بعض روایات آمدہ کہ عمرِ دُنیا ہفت ہزار سال است۔ پس بس۔ چنانچہ حکیم ترمذی در نوادر اصول در حدیث طویل ...... باسناد خود تا ابوہریرہؓ روایت کردہ کہ فرمود رسول خدا صلعم ..... مدتِ دُنیا از روزیکہ مخلوق شدہ تا آں روز کہ فنا شد بماند و آں ہفت ہزار سال ست ..... و انس بن مالک گفتہ کہ فرمود رسول خدا صلعم ..... عمرِ دُنیا ہفت ہزار سال است اَخْرَجَهٗ ابن عساکر فی تاریخہ (نیز دیلمی و ابن عساکر) مرفوعاً از انس روایت کردہ کہ عمرِ دُنیا ہفت روز است، لیکن بطریق صحیح از ابن عباسؓ آمدہ کہ دنیا ہفت روز است و ہر روز ہزار سال۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹)

۲۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تشریح بتفصیل بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اس الہام کے متعلق حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

"اور دنیا کی عمر بھی ایک ہفتہ بتلائی گئی ہے۔ اس جگہ ہفتہ سے مراد سات ہزار سال ہیں۔ ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (الحج:۴۸)" (بدر ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء)

۳۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال کے متعلق تفصیلی بحث دیکھو تحفہ گولڑویہ و براہین احمدیہ حصہ پنجم۔

❊ ❊ ❊

۳۔ "پہلے بیہوشی پھر غشی پھر موت"

بے معنی الہام ہے

جواب :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں :۔

"۳۰ رجون ۱۸۹۹ء کو مجھے یہ الہام ہوا۔ "پہلے بیہوشی پھر غشی، پھر موت" ساتھ ہی اس کے یہ تفہیم ہوئی کہ یہ الہام ایک مخلص دوست کے متعلق ہے جس کی موت سے ہمیں رنج پہنچے گا۔ چنانچہ اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں کو یہ الہام سُنایا گیا۔ اور الحکم ۳۰ رجون ۱۸۹۹ء میں درج ہو کر شائع کیا گیا۔ پھر آخر جولائی ۱۸۹۹ء میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست یعنی ڈاکٹر محمد بوڑے خان اسسٹنٹ سرجن ایک ناگہانی موت سے قصور میں گذر گئے۔ اوّل بے ہوش رہے۔ پھر یکدفعہ غشی طاری ہو گئی پھر اس ناپائیدار دُنیا سے کوچ کیا اور ان کی موت اور اس الہام میں صرف بیس بائیس دن کا فرق تھا"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴ و نزول المسیح صـ ۲۳۱)

۴۔ "موت ۱۳ ماہ حال کو۔ ایک دم میں دم رخصت ہوا پیٹ پھٹ گیا"

سوال :۔ کس کا؟

جواب :۔ یہ الہام ۱۳ رشعبان ۱۳۲۴ھ کو ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔ "مجھ کو ۳۰ رجولائی ۱۹۰۶ء میں اور بعد اس کے کئی تاریخوں میں وحی الٰہی کے ذریعہ بتایا گیا کہ ایک شخص اس جماعت سے ایک دم رخصت ہو جائیگا اور پیٹ پھٹ جائیگا۔ اور شعبان کے مہینہ میں وہ فوت ہو جائیگا چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ میں میاں صاحب نور مہاجر جو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی جماعت میں سے تھا۔ یکدفعہ ایک دم پیٹ پھٹنے کے ساتھ مر گیا" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ ۴)

۵۔ "ایلی اوس"

جواب :۔ "ایلی" کا ترجمہ ہے "اے خدا!" اور "اوس" کا ترجمہ ہے انعام۔ عطیہ۔ المنجد میں ہے :۔ اَسَ ۔ اَوْسًا وَ اِیَاسًا : اَعْطٰی ۔ عَوَّضَ ۔ اَلْاَوْسُ : اَلْعَطِیَّۃُ (المنجد) کہ اَس ۔ اوسًا کے معنے ہیں۔ اُس نے انعام دیا۔ معاوضہ دیا۔ "اوس" کے معنے ہیں "عطیہ" اور یہی معنے "الفرائد الدریہ" میں بھی مذکور ہیں۔ پس "ایلی اوس" کے معنے ہونگے ۔ اے میرے خدا! مجھ پر انعام کر۔ مجھے اجر دے۔

۶۔ هُوْشَعْنَا نَعِسًا

جواب :۔ ۱۔ هُوْشَعْنَا کے معنے ہیں کرم کر کے نجات دے"۔

"اے خداوند میں منت کرتا ہوں کہ نجات بخشیئے" (دیکھو زبور ۲۵/۱۱۸)

ب۔ انجیل مطبوعہ ۱۹۲۸ء میں ہے۔ "ابن داوٗد کو ھُوَشَعْنَا۔" اور اس آیت میں ھُوَشَعْنَا پر حاشیہ میں لکھا ہے۔ اس کے معنے ہیں کرم کرکے نجات دے؟ (متی ۲۱/۹)

ج۔ نَعِسَا کا ترجمہ عبرانی میں ہے granted (قبول ہوئی) گویا ھُوَشَعْنَا میں جو دُعا تھی۔ نَعِسَا کے لفظ میں ساتھ ہی اس کی قبولیت بھی الہاماً بتادی گئی۔

۲۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس الہام کا ترجمہ تحریر فرمادیا ہے:۔
"جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ھُوَشَعْنَا نَعِسَا" ترجمہ: اے خدا! مَیں دُعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ ہم نے نجات دی۔ یہ دونوں فقرے عبرانی زبان میں ہیں۔ اور یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو دُعا کی صورت میں کی گئی۔ اور پھر دُعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا۔ اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ مشکلات ہیں۔ یعنی تنہائی۔ بے کسی۔ ناداری۔ کسی آئندہ زمانہ میں وہ دُور کردی جائیں گی۔ چنانچہ ۲۵ برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام نہ رہا۔"
(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۳)

۷۔ "آسمان مٹھی بھر رہ گیا"

جواب:۔ اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب آسمان سے قہری نشان ظاہر ہونگے۔

نظم   آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے   (المسیح الموعود)

نیز حضرت اقدس علیہ السلام نے جنگ یورپ کی پیشگوئی کرتے ہوئے بھی فرمایا:۔

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار   (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

۸۔ "ایک دانہ کس کس نے کھانا"

جواب (۱) یہ الہام ۸ رفروری ۱۹۰۶ء کا ہے۔ اس کے سیاق میں جو الہامات ہیں وہ درج ذیل ہیں۔
"زمین کہتی ہے یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ یُخْرِجُ ھَمَّہٗ وَغَمَّہٗ دَوْحَۃَ اِسْمٰعِیْلَ فَاَخْفِہَا حَتّٰی یَخْرُجَ۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا۔" (بدر جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۲ و الحکم جلد ۱۰ نمبر ۵ صفحہ ۱۱ و تذکرہ صفحہ ۵۳۹) زمین کہتی ہے۔ اے نبی اللہ! مَیں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ اِس کا (مسیح موعود کا) ھم اور غم اسمٰعیل کے درخت کو اُگانے کا موجب ہوگا۔ پس اس کو پوشیدہ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہوجائے۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا۔ ظاہر ہے کہ یہاں دانہ سے مراد دوحۃ اسمٰعیل یعنی اسمٰعیل کے درخت کا دانہ ہے۔ یعنی وہ غم اور قوم کا درد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تھا وہ بطور بیج کے ہوکر ایک دن اسمٰعیل کا عظیم الشان درخت بن جائیگا۔ یعنی شوکت اسلام کے ظہور کا موجب ہوگا۔ اور تمام دُنیا اس سے برکت پائے گی۔ غرضیکہ یہ غم جس کو آج اکیلا خدا کا مسیح کھا رہا ہے ایک

دن رحمت و برکت کا موجب بنکر ثمردار درخت بن جائیگا اور پھر سب دُنیا اس پھل کو کھائیگی۔ یہ ہے وہ "دانہ" جسے کس کس نے کھانا۔"

(۲) یہ دانہ قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے کہ باوجود اِس قدر مختصر ہونے کے پھر بھی تمام دُنیا کے لیے رُوحانی غذا بن کر انکی بھوک کو مٹاتا ہے کیونکہ اسمٰعیل کے درخت (یعنی شوکتِ سلسلہ محمدیّہ) کا سب سے اونچا اور خوبصورت پھل یہی قرآن مجید ہے۔

۹۔ پچیس دن یا پچیس دن تک

جواب :۔ یہ الہام ۷ رمارچ ۱۹۰۷ء کا ہے (دیکھو بدر جلد ۶ ع۱۱ ص۳ والحکم جلد ۱۱ ع۹ بحوالہ تذکرہ ص۶۹۳) حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی دن اسکی تشریح میں فرمایا تھا :۔

"ایک ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہوگا" (بدر ۱۴ رمارچ ص۳ ۱۹۰۷ء)

چنانچہ اس الہام سے پورے پچیسویں دن یعنی ۳۱ رمارچ ۱۹۰۷ء کو (اِس الہام کے شائع ہو چکنے کے کئی دن بعد) ایک پرہیبت آتشیں گولا آسمان پر سے مختلف شہروں میں گرتا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ لاہور کے مشہور انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی اس پر لکھا :۔ کئی نامہ نگاروں نے ہمیں اس شہاب کے متعلق خطوط لکھے جو اتوار (۳۱ رمارچ) کی شام کو پونے پانچ بجے کے قریب دیکھا گیا۔ تو اس کے پیچھے ایک بہت لمبی دوہری دھار ایسی تھی جیسے دھواں ہوتا ہے۔ (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲ راپریل ۱۹۰۷ء)

نوٹ :۔ الہام "ایسوسی ایشن" میں جماعت احمدیہ کے قیام کی پیشگوئی ہے۔

۱۰۔ الہام "مضرِ صحت"

(الحکم جلد ۹ ع۲۱ ۱۷ رجون ۱۹۰۵ء ص۱)

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محنت شاقہ و شب بیداری کا ذکر ہے اور الہام "آثارِ صحت" میں ایک آدمی کی بحالیٔ صحت کی خبر دی گئی ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن دُعا فرمائی تھی۔ (آثارِ صحت" دیکھو بدر جلد ۲ ع۱۹ ۸ رمئی ۱۹۰۳ء ص۱۳۳)

۱۱۔ زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں

جواب : اس کے ساتھ ایک اور الہام بھی ہے فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا (دیکھو تذکرہ ص۴۴۲) جس کی تشریح میں حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی دُعا کا ذکر کیا ہے۔ کہ اے خدا ! اپنے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کی قبولیت اس الہام میں فرمائی۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں یہ الہام ہوا۔ طاعون کا دور دورہ ہوا اور لاکھوں دشمن ہلاک ہوئے۔ تعیین تو اس صورت میں کی جاتی اگر ایک دو دشمنوں نے ہلاک ہونا ہوتا۔

۱۲۔ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

الجواب:۔ یہ الہام بدر جلد ا نمبر ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ الحکم جلد ۹ نمبر ۱۸ صفحہ ۱ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء پر بھی ہے۔ اور ساتھ ہی درج ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری (جو بعد میں پیغامی پارٹی کے رکن ہو گئے تھے) کے لئے حضرت اقدسؑ نے دعا فرمائی تو الہام ہوا۔ شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ یعنی شرارت ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ اس الہام میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وہی لوگ جن پر حضرت اقدسؑ کی طرف سے بے شمار مہربانیاں ہوئی تھیں ایک وقت آئے گا کہ حضورؑ کی شان میں استخفاف کرکے حضورؑ کے مشن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ فتنہ غیر مبایعین اٹھا اور شیخ رحمت اللہ صاحب ان کے رکن رکین بن گئے۔

۱۳: لاہور میں ایک بے شرم ہے

الجواب:۔ یہ الہام ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کا ہے اور بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱ و تذکرہ صفحہ ۶۹۱ پر درج ہے۔ اس کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کے الہامات بھی درج کئے جائیں۔

"لاہور میں ایک بے شرم ہے وَیْلٌ لَّکَ وَلِاِ فْکِکَ اِنِّیْ نُعِیْتُ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائینگے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔"

ترجمہ:۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ اے بے شرم! تجھ پر اور تیرے جھوٹ پر لعنت۔ میں نے ایک شخص کی وفات کی خبر دی۔ بے شک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ خدا سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اے اہل بیت! خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری پلیدی کو دور کرے اور تمہیں پاک کرے۔

یہ سب الہامات ۱۳ مارچ کے ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل امور کی خبر دی گئی ہے:۔

۱۔ کوئی شخص فوت ہو گا۔

۲۔ اس دن ایک بہت بڑا فتنہ ہو گا۔

۳۔ اس فتنہ میں دو فریق ہو جائیں گے (ایک فریق پکڑا جائیگا دوسرا چھوڑا جائیگا) اور دونوں اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے کوشش کرینگے۔

۴۔ وہ فریق جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیگا سچا ہو گا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

۵۔ اس فتنہ میں کوئی شخص جس کا تعلق لاہور سے ہو گا۔ انتہائی بے شرمی کا اظہار کریگا۔ اور ایسا طرز عمل اختیار کریگا جس میں کذب بیانی اور دھوکا سے کام لیا گیا ہو گا۔

۶۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت یعنی حضورؑ کی بیوی اور بچوں کے خلاف بھی وہ فتنہ اٹھایا جائیگا

لیکن خدا تعالیٰ انکو ان حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

۷۔ وہ لاہور کا "بے شرم" اپنی بہتان طرازی سے اپنی "بے شرمی" کا ثبوت کسی شخص کی وفات سے پہلے دے چکا ہوگا۔ یعنی وفات بعد میں ہو گی۔ مگر اس سے قبل وہ جھوٹ وغیرہ کا واقعہ ہو چکا ہوگا۔ کیونکہ لاہور میں ایک بے شرم اور اس کے جھوٹ کا ذکر الہام میں پہلے ہے اور اس کے بعد وفات کا ذکر ہے۔

اب دیکھ لو یہ سب پیشگوئیاں کس عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں۔ ۱۲ر مارچ کے دن یہ الہام ہوا تھا اور عین ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کو یعنی الہام ہی کی تاریخ کو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات ہوئی اور "اِنِّیْ مُعَیِّتٌ" کا الہام پورا ہوا (کہ میں نے کسی کے فوت ہونے کی خبر دی) آپ کی وفات سے قبل خفیہ طور پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے لاہوری پارٹی کے امیر نے ایک ٹریکٹ لکھ کر اور طبع کرا کے اس انتظار میں رکھا ہوا تھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فوت ہو جائیں اُس وقت اِس کو تقسیم کیا جائیگا۔ اس ٹریکٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور وصیت کے متعلق انتہائی کذب آفرینی سے کام لیا گیا تھا۔ وہ ٹریکٹ ۱۳ر مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے دن تقسیم کیا گیا جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ ایک خطرناک "امتحان" میں پڑ گئی۔ دو فریق ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور آپ کا لاہوری فریق آئندہ کے لئے خلافت کو مٹانا چاہتے تھے۔ اور اس کوشش میں تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا کوئی جانشین منتخب نہ کیا جائے۔ مگر دوسری طرف ایک دوسرا فریق تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وصیت کے مطابق انتخاب خلافت کو ضروری قرار دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلِ بیت بھی اسی دوسرے گروہ کے ہمخیال تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرا گروہ کامیاب ہو گیا اور "لاہوری" فریق ناکام ہوا۔

حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ منتخب ہوئے۔ صادقین کو حمایت الٰہی حاصل ہوئی اور اہلِ بیت پر جو الزامات لگائے جاتے تھے اُن کی تطہیر کا وعدہ پورا ہوا۔ غرضیکہ یہ سب پیشگوئیاں عظیم الشان طور پر پوری ہوئیں۔ جو صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر زبردست گواہ ہیں۔ اس قدر تفصیل اور بسط کے باوجود بھی اگر کسی کو "لاہور میں ایک بے شرم ہے" کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا کیا علاج؟

۱۴۔ "ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائینگے"

اس کی تفصیل مندرجہ بالا اعتراض کے جواب میں دیکھیں۔

۱۵۔ "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے"

جواب :- یہ الہام ۱۲ر اپریل ۱۹۰۴ء کا ہے اور اس سے پہلا الہام "اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی" ہے۔ یہ دونوں الہامات الحکم جلد ۸ نمبر ۱۳ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۰۴ء میں درج ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے

کہ یہ طاعون کے متعلق ہیں۔ پس اِن کا مطلب واضح ہے۔

۱۶۔ "لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیرِ خدا نے اُن کو پکڑا"

جواب:۔ یہ الہام اپنے ساتھ کے سابقہ الہامات سے متعلق ہے جو درج ذیل ہیں:۔

"آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اُسی طرف خدا تعالیٰ تھا جدھر آپ تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔ خدا تیرے سب کام درست کر دیگا۔ اور تیری مرادیں تجھے دے گا رب الافواج اِس طرف توجہ کریگا۔ اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ اس سے برکات کم نہیں ہیں اور مجھے آگ سے مت ڈراؤ۔ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ لوگ آتے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیرِ خدا نے انکو پکڑا۔ شیرِ خدا نے فتح پائی۔"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۸ و تذکرہ صفحہ ۳۷۰ تا صفحہ ۳۷۲)

اِن الہامات میں انگریزوں کے ساتھ جماعتِ احمدیہ کے اچھے تعلقات کو لفظ "تھا" (صیغۂ ماضی) کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ ایک زمانہ آئیگا جبکہ ان تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گی۔ اور موجودہ خوشگوار تعلقات ایک دن داستانِ "عہد گذشتہ" اور حکایات ماضی بنکر رہ جائیں گے۔ ایک نہایت اہم اور تعجب انگیز تغیر ہوگا۔ حکومت کی فوجیں اور احرار کے ادعائے باطل جماعت احمدیہ کو "غم" میں ڈالیں گے مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے جس طرح مسیح ناصری اور اس کی جماعت کو باوجود اس کے کہ حکومتِ وقت بھی اُن کے خلاف ہو گئی تھی۔ یہودی بھی اُن کے خلاف سازش کر کے متحد ہو گئے تھے پھر بھی کامیاب و کامران کیا تھا۔ اسی طرح اب بھی وہ جماعت احمدیہ کی مدد کریگا اور اپنی بے پناہ آسمانی فوجوں سے جماعت کو منصور و مظفر بنائے گا۔ اِسی ضمن میں احرار اور دوسرے مخالفینِ احمدیت کی لاف و گزاف اور تعلّیوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے دعویٰ کر دیا کہ وہ احمدیت کو کچل کے رکھدینگے مگر خدا تعالیٰ کا شیر (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) انتہائی دلیری اور شجاعت اور اولوالعزمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے گا اور ان کو شکست فاش دیگا۔

اب دیکھ لو یہ کتنی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جو آج سے ۵۰ سال قبل کی گئیں۔ اور پھر یہ کسقدر خارق عادت طور پر پوری ہوئیں۔ اور احرار کو کسقدر شکستِ فاش نصیب ہوئی۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

۱۷۔ اُعْطِیْتُ صِفَتَ الْاِفْنَاءِ وَالْاِحْیَاءِ

الجواب:۔ ا۔ حضرت اقدسؑ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا تھا۔ پہلے مسیح کی صفت "احیاء موتیٰ" کو تو تم بھی مانتے ہو مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ہو۔ پھر مسیح محمدیؑ پر اعتراض کیوں؟ کیا پہلے مسیح کا قول قرآن مجید میں درج نہیں کہ "اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ" کہ مَیں اللہ کے حکم سے مُردے زندہ کرتا ہوں اور حضرت اقدس

علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ: "اُعْطِیْتُ صِفَتَ الْاِفْنَاءِ وَالْاِحْیَاءِ مِنْ رَّبِّ الْفَعَّالِ" کہ مجھے رب قادر کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے پھر اس پر اعتراض کیوں؟

۲۔ ہاں اگر کہو کہ "مردے زندہ کرنا" تو بیشک شانِ مسیحیت ہے مگر مارنے کی صفت تو پہلے مسیح میں نہ تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح محمدیؐ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتوں سے متصف فرمایا ہے جیسا کہ مسیح موعود کی صفت "اہلاک" کا ذکر حدیثِ نبویؐ میں بھی ہے کہ مسیح موعود کے دم سے دشمن ہلاک ہونگے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ فَلَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِّیْحِ نَفْسِہٖ اِلَّا مَاتَ:

(مسلم و مرقاۃ (ملا علی قاریؒ) جلد ۵ صفحہ ۱۹۷ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳ مطبع اصح المطابع باب العلامات بین یدی الساعۃ)

کہ جس کافر تک مسیح کا دم پہنچے گا۔ وہ ہلاک ہو جائیگا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں دشمن لیکھرام۔ آتھم۔ ڈوئی۔ سعد اللہ لدھیانوی وغیرہ آپ کے دم سے ہلاک ہوتے۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس ارشاد کا تم نے حوالہ دیا ہے وہ خطبہ الہامیہ میں ہے اور اسی خطبہ الہامیہ میں اس سے ذرا آگے چل کر حضرت اقدس علیہ السلام نے خود ہی اس کی تشریح کر دی ہے کہ مارنے اور زندہ کرنے سے کیا مُراد ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

اِیْذَائِیْ سِنَانٌ مُّذَرَّبٌ۔ وَدُعَائِیْ دَوَاءٌ مُّجَرَّبٌ۔ اُرِیْ قَوْمًا جَلَالًا۔ وَقَوْمًا اٰخَرِیْنَ جَمَالًا۔ وَبِیَدِیْ حَرْبَۃٌ اُبِیْدُ بِھَا عَادَاتِ الظُّلْمِ وَالذُّنُوْبِ۔ وَفِی الْاُخْرٰی شَرْبَۃٌ اُعِیْدُ بِھَا حَیَاۃَ الْقُلُوْبِ۔ فَاْسٌ لِّلْاِفْنَاءِ۔ وَاَنْفَاسٌ لِّلْاِحْیَاءِ۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۸)

ترجمہ:۔ "مجھے تکلیف دینا ایک تیز نیزہ ہے اور میری دُعا ایک مجرب دوا ہے۔ میں ایک قوم کو اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں اور میرے ایک ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے جس کے ساتھ میں ظلم اور گناہ کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایک شربت ہے جس سے میں دلوں کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ گویا ایک کلہاڑی فنا کرنے کے لیے ہے اور دم زندہ کرنے کے لیے۔"

اب دیکھو حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی خطبہ الہامیہ میں زندہ کرنے اور مارنے کی صفت کی کس خوبی سے تشریح فرما دی ہے کہ مارنے سے مُراد کفر۔ گناہ اور ظلم کو مارنا ہے اور زندہ کرنے سے مراد رُوحانیت عطا کرکے دلوں کو زندگی بخشنا ہے۔ جیسا کہ پہلا مسیح کرتا تھا۔ نہ پہلے مسیح نے حقیقی مُردے زندہ کئے اور نہ دوسرے مسیح نے ایسا کیا اور نہ خدا کے سوا کوئی جسمانی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ ہاں رُوحانی طور پر انبیاء علیہم السلام میں یہ صفت پائی جاتی ہے اور اسی کا اظہار محولہ عبارت میں کیا گیا ہے۔

۴۲۔ مرزا صاحب کو شیطانی الہام ہوتے تھے

• جواب:۔ ۱۔ قرآن مجید میں ہے:۔ "تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ" (الشعراء: ۲۲۳) کہ شیطانی الہامات بدکار اور جھوٹے لوگوں کو ہوا کرتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معاملہ اسکے

برعکس ہے۔ حضورؑ نے تذکرۃ الشہادتین ص۶۲ پر چیلنج دیا ہے کہ:۔ "تم کوئی عیب افتراء، جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔۔۔۔۔۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں نکتہ چینی کر سکتا ہے"۔ اور پھر حضرت اقدسؑ کی پاکیزہ زندگی کی مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا شدید دشمن بھی گواہی دے چکا ہے۔

۲۔ "اَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ" کہ شیطانی الہامات اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر پیشگوئیاں پوری ہوئیں جن پر تم کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ بلکہ خاموشی سے اُن کے صدق پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہو۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "انجام آتھم" کے ص۵۱ میں اپنے الہامات کے خدائی ہونے پر غیر احمدی علماء کو "مباہلہ" کا چیلنج دیا ہے۔ تم اس وقت کیوں مقابلہ پر نہ آتے۔

۴۔ تم تو ہر نبی پر القائے شیطانی ہو جانے کے قائل ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی تمہارے مولویوں نے مانا ہے کہ آپ کو (نعوذ باللہ) شیطانی الہام ہوا۔ اِس لیے اگر حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی یہی بہتان باندھو، تو معذور ہو۔ "قَدْ قَرَءَ النَّبِيُّ صلعم فِيْ سُوْرَةِ النَّجْمِ بِمَجْلِسٍ مِّنْ قُرَيْشٍ بَعْدَ ۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى" (النجم ۲۰، ۲۱) بِاِلْقَاءِ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ بِهٖ ۔ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى ۔ فَفَرِحُوْا بِذٰلِكَ ۔ (جلالین مجتبائی ص۲۸۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین قریش کی ایک مجلس میں سورۃ النجم کی آیات۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (النجم: ۲۰) کے آگے القاء شیطانی کے باعث یہ پڑھ دیا۔ "تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" کہ یہ بہت عظیم الشان بُت ہیں۔ اور قیامت کو اِن کی شفاعت کی توقع رکھنی چاہیئے۔ بُتوں کی یہ تعریف سُن کر مشرک بہت خوش ہوتے۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ جبرائیل آئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ شیطانی القاء ہے۔

تمہارے اکثر مفسرین نے مَا مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (الحج: ۵۳) کا ترجمہ یہی کیا ہے کہ ہر نبی کو القاء شیطانی ہوتا رہا ہے اور سورۃ النجم کی تفسیر میں انہوں نے مندرجہ بالا فضول اور لچر قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے (استغفر اللہ العیاذ باللہ)

تفسیر حسینی جلد ۲ ص۸۳ مترجم اُردو زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى (الحج: ۵۳) لکھا ہے:۔

"جیسے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت کرتے تھے تو اوس شیطان نے جسے ابیض کہتے ہیں آپ کی آواز بنا کر یہ کلمات پڑھ دیئے۔ شعر

تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى   وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى

اُس وقت جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نجم پڑھتے تھے اور یہاں تک پہنچے کہ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى"

پس تم لوگ جو تمام نبیوں کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی القائے شیطانی سے پاک نہیں سمجھتے حالانکہ آپ کی محبت کا دم بھرتے ہو تو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو اگر (نعوذ باللہ) شیطانی الہام پانے والا کہدو تو کیا گلہ ہو سکتا ہے؟ ؎

مجھ کو کیا تم سے گلہ ہو کہ مرے دشمن ہو
جب یونہی کرتے چلے آئے ہو تم پیروں سے

۴۴۔ غیر زبانوں میں الہامات

مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم: ۵)

جواب ۱۔(ل)۔ اس آیت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی کو "الہام" اُس کی قوم کی زبان میں ہوتا ہے مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں۔

"اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ اَیْ مُتَکَلِّمًا بِلُغَةِ مَنْ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ مِنَ الْاُمَمِ" (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۲۹) کہ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ کا یہ مطلب ہے کہ وہ نبی اُس قوم کی زبان بولا کرتا ہے جس کی طرف وہ مبعوث ہوتا تھا۔

(ب) اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ اِلَّا مُتَکَلِّمًا بِلُغَتِهِمْ (تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت ما ارسلنا من رسول الخ و برحاشیہ خازن جلد ۳ صفحہ ۳) کہ نبی اپنی قوم کی زبان بولا کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پنجابی اور اردو ہی بولتے تھے۔

۲۔ اس آیت میں گذشتہ انبیاء کا ذکر ہے جیسا کہ لفظ "اَرْسَلْنَا" بصیغہ ماضی سے ثابت ہے۔ اور دوسرا قرینہ ان معنوں کی تائید میں "قَوْمِهٖ" کا لفظ ہے کیونکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام مخصوص قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ مگر جو نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہ ہو بلکہ تمام قوموں کی طرف مبعوث ہو وہ اس آیت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اگر قوم سے نبی کی قومیت رکھنے والے لوگ مراد لو جیسا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ قریش تھے۔ تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آنحضرتؐ کا سارا قرآن کریم قریش کی زبان میں الہام نہیں ہوا۔ جیسا کہ آیت اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (طٰہٰ: ۶۴) قریش کی زبان میں اِنَّ هٰذَيْنِ چاہیئے تھی۔

۳۔ اگر کہو کہ اس آیت میں نبی کا اس قوم کی زبان میں الہام ہونا ہی مراد ہے، خواہ لفظ الہام اس آیت میں موجود ہو یا نہ ہو تو بھی یہ غلط ہے، کیونکہ قرآن میں حضرت سلیمانؑ کے متعلق ہے عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (النمل: ۱۷) کہ حضرت سلیمانؑ کہتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے پرندہ کی بولی سکھائی۔ گویا ان کو کوّوں، چیلوں، کبوتروں، بٹیروں، ہُدہُدوں اور تمام دیگر جانوروں کی زبان میں الہام ہوا۔ آخر انگریزی، عربی، فارسی وغیرہ تو انسانوں ہی کی زبانیں ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا، مگر "کائیں کائیں" تو انسانوں کی زبان نہیں۔ اس میں بھی اگر نبی کو الہام ہو سکتا ہے تو یہاں کیا اعتراض ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان سکھانے کے لئے اس کے قواعد اور اس کے الفاظ بھی بتاتے ہونگے۔ فلا اعتراض۔

نوٹ ۱۔ یہ کہنا کہ عَلَّمْنَا کے لفظ میں طبعی فہم و تفہیم ہی داخل ہے، پلّہ چھوڑانے کے لئے کافی نہیں، کیونکہ مَآ اَرْسَلْنَا والی آیت زیر بحث میں بھی تو "الہام" کا لفظ نہیں۔ وہاں بھی طبعی فہم و تفہیم کیوں مراد نہ لیجاتے ؟ یعنی وہ الہام جو محض طبعی فہم و تفہیم کے بیٹے ہوں وہ تو نبی کی اپنی زبان میں ہوں مگر جو دوسری قوموں کی ہدایت کے لئے ہوں وہ مختلف زبانوں میں ہو سکتے ہیں۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان والے الہام ہوتے تھے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے نہ تھے۔ محض دھوکہ دہی ہے۔ کیونکہ خواہ وہ کسی کی ہدایت کے لئے ہوتے تھے، سوال تو یہ ہے کہ کیا وہ حضرت سلیمانؑ کی اپنی زبان تھی یا نہیں ؟ کیا وہ انکی قوم کی زبان تھی ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس تمہاری تاویل سے ثابت ہوگیا کہ مَآ اَرْسَلْنَا والی آیت کا مطلب وہ نہیں جو تم بیان کرتے ہو۔ بلکہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ تبلیغ و اشاعت کے لئے شاگرد تیار کر سکے۔ اس کے الہامات کی زبان کا وہاں ذکر ہی نہیں۔ نیز یہ کہ یہ آیت آنحضرتؐ سے پہلے انبیاء کے متعلق ہے۔ فَافْهَمْ

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ انگریزی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتے تھے مگر پھر بھی آپ پر اس زبان میں الہام ہونا ایک معجزہ ہے خصوصاً اس حالت میں کہ قادیان میں بھی کوئی انگریزی زبان دان اس وقت موجود نہ تھا۔ یہ دلیل اُن لوگوں کو دی گئی ہے جو الہام کو ملہم کے دماغی خیالات قرار دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ الہام میں نبی کے اپنے خیالات کو دخل نہیں ہوتا بلکہ الہام ایسی زبان میں بھی نازل ہو سکتا ہے جس کو ملہم خود بھی نہ جانتا ہو۔ پھر اکثر اس الہام کے معنی خدا تعالیٰ خود ہی ملہم کو بتا دیتا ہے بلا یا بدیر۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ ہوا۔

۴۔ اور ہم نے یہ جو لکھا کہ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ میں آنحضرتؐ سے پہلے انبیاء کا ذکر ہے کیونکہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف رسول ہو کر آتے تھے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مشکوٰۃ فضائل نبویؐ کے ضمن میں ایک حدیث ہے :۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ...... وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ فَاَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب فضائل نبینا صلعم فصل الثالث ص۵۱۵۔ مطبوعہ مجتبائی دہلوی کانپور) کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء کی نسبت فرمایا: "ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ ان کے سامنے کھول کر بیان کر سکے۔" مگر ہمارے نبی کریمؐ کی نسبت فرمایا "ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔" گویا آپکو اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ (مستدرک الحاکم مطبوعہ حیدر آباد جلد ۲ صفحہ ۳۵۰) کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مضبوط ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے چار باتیں ثابت ہوئیں :۔

۱۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ والی آیت گزشتہ انبیاء کے متعلق ہے۔
۲۔ آنحضرت صلعم اس آیت میں شامل نہیں صرف حضورؐ سے پہلے رسول شامل ہیں۔
۳۔ قوم سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی ہدایت کے لئے وہ نبی آئے۔
۴۔ آنحضرتؐ کی قوم تمام دُنیا ہے کیونکہ آپ تمام دُنیا کی طرف بھیجے گئے۔

پس اِس آیت میں حضرت مسیح موعودؑ بھی شامل نہیں کیونکہ آپ بھی کسی خاص قوم کی طرف نہیں بلکہ ساری دُنیا کی طرف آئے تھے۔

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے چشمہ معرفت ص۲۰۹ میں لکھا ہے: "یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو اَور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جسکو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے۔"

جواب:۔ خدا کے لئے دھوکہ نہ دو، وہاں چشمہ معرفت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ "ملہم" جس زبان کو نہ سمجھتا ہو اس میں اس کو الہام نہیں ہو سکتا۔ وہاں تو ذکر یہ ہے کہ آریہ کہتے ہیں کہ الہامی کتاب اس زبان میں نازل ہونی چاہیئے جو کسی انسان کی زبان نہ ہو تاکہ ایشور جی مہاراج ناانصاف نہ ٹھہریں۔ یہی وجہ ہے کہ وید سنسکرت میں نازل ہوئے جو کہیں بولی نہیں جاتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان (نہ کہ ملہم کی) زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اسکو کسی اور زبان میں ہو جس کو کوئی (انسان) سمجھتا ہی نہ ہو کیونکہ یہ تکلیف "مالایُطاق" ہے کیونکہ اس کو ملہم کسی دوسرے سے بھی سمجھ نہیں سکتا، لیکن اگر کسی ایسی زبان میں الہام ہو جو انسانی زبان ہو وہ "تکلیف مالایطاق" نہیں کیونکہ اگر ملہم خود اس زبان کو نہیں جانتا تو دوسروں سے معلوم کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اِس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے ص۲۱۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ مجھے مختلف زبانوں میں الہامات ہوتے ہیں۔

نوٹ:۔ اِس سوال کے جواب کے لیے چشمہ معرفت ص۲۰۹ تا ص۲۱۰ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس دھوکا کا علم اصل عبارت کو پڑھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

۴۵۔ "بعض الہامات مرزا صاحبؑ سمجھ نہ سکے اور بعض کے غلط معنی سمجھے"

جواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۔ "انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں، اپنے اجتہاد کے خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انکی اپنی رائے ہے نہ کہ خدا کا کلام۔" (اعجاز احمدی ص۳)

"اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اُٹھتے ہیں اور اسقدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو اس یقین کو مضر نہیں ہوتی، جیسا کہ جو چیزیں انسان کے نزدیک لائی جائیں اور آنکھوں کے قریب کی جائیں تو انسان کی آنکھ ان کو پہچاننے میں غلطی نہیں کھاتی اور قطعاً حکم دیتی ہے

کہ یہ فلاں چیز ہے اور اس مقدار کی ہے اور وہ صحیح ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی چیز قریب نہ لائی جائے اور مثلاً نصف میل یا پاؤ میل سے کسی انسان کو پوچھا جائے کہ وہ سفید شے کیا ہے تو ممکن ہے کہ ایک سفید کپڑے والے انسان کو ایک سفید گھوڑا خیال کرے، یا ایک سفید گھوڑے کو انسان سمجھ لے۔ پس ایسا ہی نبیوں اور رسولوں کو انکے دعویٰ اور انکی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اسقدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا، لیکن بعض جزوی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے انکو نظر کشفی دُور سے دیکھتی ہے اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا۔ اس لئے کبھی ان تشخیص میں دھوکہ بھی کھا لیتی ہے۔" (اعجاز احمدی ص۲۶)

۲۔ حدیث میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِيْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرٌ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ۔

(بخاری باب هِجْرَةِ النَّبِيِّ وَ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ص۳۴ و کتاب الحیل باب اذا رأی بقرا تنحر جلد ۴ ص۱۳۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کہ بہت کھجوریں ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے۔ یا ہجر، مگر دراصل وہ تھا مدینہ (یثرب)۔ حالانکہ رُؤْیَا النَّبِيِّ وَحْيٌ (بخاری جلد ۱ ص۳ وجلد ۴ ص۱۳۸ حاشیہ) نبیؐ کی رؤیا وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری میں رؤیائے نبویؐ کو وحی میں شامل کیا گیا ہے اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَاءُ الصَّادِقَةُ (بخاری جلد ۴ ص۱۳۶ باب التفسیر) کہ آنحضرتؐ کو وحی میں سب سے پہلے رؤیا صادقہ شروع ہوئیں۔

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ اَسْرَعُكُنَّ لُحُوْقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا یعنی تم میں سے سب سے پہلے میری وفات کے بعد جو آکر مجھ سے اگلے جہان میں ملے گی وہ وہ ہے جس کے ہاتھ تم سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ بیویوں نے حضورؐ کے سامنے اپنے اپنے ہاتھ ناپے تو ہاتھ لمبے حضرت سودہؓ کے تھے، مگر وفات سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے پائی جس سے معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھوں کا لمبا ہونا نہ تھا بلکہ سخاوت کرنے والی مراد تھی۔"

(بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۱۶۵ مطبع اصح المطابع باب الانفاق)

۴۔ قرآن کریم میں بھی حضرت نوحؑ کا واقعہ مذکور ہے۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (هود : ۳۸) کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی کی اور حکم دیا کہ تُو ہمارے حکم سے ایک کشتی بنا، تو ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کرنا کیونکہ وہ ضرور غرق ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ (هود : ۴۱) کہ ہم نے کہا کہ اے نوحؑ! اس کشتی میں سوار کر ہر ایک

جوڑے میں سے دو دو اور اپنے "اہل" کو بھی بجز انکے جنکے متعلق پہلے ہم کہہ چکے ہیں اور مومنوں کو بھی۔ پس جب طوفان تلاطم خیز آیا اور حضرت نوحؑ کا بیٹا (جو ظالم تھا اور جس کے متعلق حکم تھا اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (ھود : ۴۱) کہ اس کو کشتی میں نہ بٹھانا) جب وہ ڈوبنے لگا تو نَادٰی نُوْحُ إِبْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (ھود : ۴۳) حضرت نوحؑ نے اس کو آواز دی اور کہا کہ اے بیٹا! آ ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا، مگر وہ نہ آیا اور ڈوب گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ خدا تعالےٰ کو کہتے ہیں وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِيْ مِنْ أَهْلِيْ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ إِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (ھود : ۴۶، ۴۷) اور پکارا نوحؑ نے اپنے رب کو اور کہا اے اللہ! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے تھا اور تیرا وعدہ تو سچا (ہوتا) ہے اور تُو (تو) احکم الحاکمین ہے (یعنی سب سے زیادہ سچا فیصلہ کرنے والا ہے)۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوحؑ! وہ تیرے "اہل" میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے۔ پس تُو مجھ سے ایسی بات کے متعلق گفتگو نہ کر جس کا تجھ کو علم نہیں۔ مَیں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تُو جاہلوں میں سے نہ بن۔

اِن آیات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ نبی ایک وقت تک وحی کے سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے ہاں خدا تعالیٰ اس کو غلطی پر قائم نہیں رکھتا جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے۔

اگر سوال ہو کہ حضرت نوحؑ کتنا عرصہ تک اس اجتہادی غلطی میں مبتلا رہے تو اس کے لیے تفسیر حسینی کا ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ لکھا ہے:۔

"حضرت نوح علیہ السلام کو جب یہ الہام ہوا لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ تو اس کے بعد انہوں نے وہ درخت بویا جس کی لکڑی سے کشتی بنائی گئی۔ وہ درخت بیس۲۰ سال میں مکمل ہوا۔ اسے کاٹ کر حضرت نوحؑ دو سال تک وہ کشتی بناتے رہے۔ چالیس دن رات طوفان نے جوش مارا اور کشتی طوفان میں چھ ماہ تک رہی۔ گویا اصل "اہل" والے الہام کے نازل ہونے سے لیکر کشتی سے اُترنے تک کم از کم ½ ۲۲ سال ہوتے ہیں۔

(تفسیر قادری موسومہ بہ تفسیر حسینی مترجم اُردو جلد ۱ صفحہ ۴۶۳، صفحہ ۴۶۴ سورۃ ہود ع ۴ پ ۱۲ صفحہ ۴۹۲)

د۔ پھر اہل سنت والجماعت کے عقائد کی مشہور و معروف کتاب نبراس شرح الشرح العقائد نسفی میں لکھا ہے:۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ يَجْتَهِدُ فَيَكُوْنُ خَطَأً كَمَا ذَكَرَهُ الْأُصُوْلِيُّوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَاوِرُ الصَّحَابَةَ فِيْمَا لَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ وَهُمْ يُرَاجِعُوْنَهٗ فِيْ ذٰلِكَ وَفِي الْحَدِيْثِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ فَهُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيْبُ۔ کہ آنحضرت

کبھی کبھی اجتہاد بھی کرتے تھے اور کبھی وہ غلط بھی ہو جاتا تھا، جیسا کہ اُصولیوں نے لکھا ہے اور ان اُمور میں جن کے متعلق آپ پر وحی نازل نہ ہوئی ہوتی آپ اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) ہاں جو بات میں اس وحی الٰہی کی تشریح میں اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، اجتہاد میں غلطی بھی کرتا ہوں اور درست اجتہاد بھی۔

۴۶ - نبی کا الہام بھول جانا

حضرت مرزا صاحبؑ اپنے بعض الہامات بھول گئے۔

جواب ۱ - وحی دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) جو لوگوں کے لئے بطور نشان اور بغرضِ ہدایت نازل ہوتی ہے۔ (۲) نبی کی اپنی ذات کے متعلق ہوتی ہے اور اس کا لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اوّل الذکر قسم کی وحی نبی کو بھول نہیں سکتی، ہاں دوسری قسم کی وحی بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنی خاص حکمت کے ماتحت نبی کے لوحِ دل سے محو فرما دیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعلیٰ: ۷، ۸) کہ اے نبی ہم تیرے سامنے قرآن مجید پڑھیں گے اس کو مت بھولنا سوائے اس کے جس کو خدا تعالیٰ خود بھلانا چاہتا ہے۔

۲ - يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ (الرعد: ۴۰) کہ خدا تعالیٰ جس وحی کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مضبوط کر کے دل میں ثبت کر دیتا ہے۔

۳ - بخاری میں ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَءُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔ (بخاری کتاب الشہادات باب شہادۃ الاعمیٰ و امرنا جلد ۲ صفحہ ۲۳ مصری) کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سُنا، تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اس پر رحمت کرے، اس نے فلاں فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت جو میں بھول چکا تھا مجھے یاد دلادی۔

۴ - یہ ضروری نہیں کہ جو وحی نبی پر نازل ہو وہ سب لوگوں تک پہنچائی جائے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ کئی ایسے الہامات آنحضرتؐ کو ہوئے جو قرآن مجید میں من وعن مذکور نہیں جیسے وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ (الانفال: ۸) وہ اصل وعدہ قرآن میں کہاں ہے؟ نیز آیت إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ (التحریم: ۴) مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (الحشر: ۶)

۵ - بخاری میں ہے۔ فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صُبْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ إِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا أَوْ نُسِّيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ (بخاری کتاب باب

الصلوٰۃ والتراویح - باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر جلد ۱ صفحہ ۲۳۵) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرتؐ کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر آپ بیسویں تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لاتے اور ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی مگر پھر مجھ سے بھلا دی گئی۔ یا یہ فرمایا کہ "میں بھول گیا" پس اب تم اسکو (رمضان کے) آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۶۔ بخاری میں اس سے بھی زیادہ واضح حدیث اس باب میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخْبِرُنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ (بخاری کتاب التراویح باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر۔ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ مصری) کہ آنحضرتؐ ایکدن ہمیں لیلۃ القدر کا پتہ بتانے کے لئے باہر تشریف لائے تو (آپؐ نے دیکھا کہ) مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں باہر آیا تھا کہ تم کو لیلۃ القدر بتاؤں کہ فلاں فلاں دو آدمی آپس میں جھگڑے، اس لئے (لیلۃ القدر) مجھے بھلا دی گئی، اور قریب تھا کہ اس کا علم تمہارے لئے مفید ہوتا۔ یا یہ کہ اس کا بھول جانا تمہارے لئے مفید ہو۔